

نیر مسعود

کہانیاں

عطر کافور



عطر کافور

کہانیاں

نیر معبود

عطر کافور
اساتھارا
نیر معبود

دوسری شائعیت ۱۹۹۹ء

کتب خانہ پریس بک شاپ
ریجنیہ اسلام آباد کی کتابچی

طبعیت، اصلیت، سزا پر تیرہ سال، مولانا، اردو، ہندو، گرامی

سٹی پریس بک شاپ

316 سٹریٹ، سٹی مال، عید پارک، لاہور، سندھ، گرامی 74400

فون: 565 0623 (21-92)

ای میل: aaj@digicom.net.pk



کتب خانہ
پریس بک شاپ

عطر کافور

کہانیاں

نیر معبود

کتب خانہ
پریس بک شاپ

ترتیب

۹	مراسلہ
۴۷	جانوس
۴۱	سلطان مظفر کا واقعہ نویس
۶۷	پرگ
۸۷	دکنہ
۱۱۱	عطر کا طور
۱۵۷	سامانی و بگم

بچے میں ایک اثر ہے جو جانتے ہیں نہیں۔

— عوامی ایڈیٹور

My days among the dead are past.

Robert S. Boyd, Jr.

10/10/2017



فهرست اسامی

نکری آتھ کے سحر اظہار کے ذریعہ میں مستوحلام کو شہر کے مشرقی
 طے کی طرف منسوب کرنا چاہتا ہوں۔ جگہ بڑے اعلیٰ کے ساتھ کھڑا رہتا ہے
 کہ آج صبح بڑے پیراٹے پر شہر کی فوجیں جا رہی ہے اور ہر طے کے
 شہریوں کو جہیز نرسی سنا جیسا ہم پہلائی جا رہی ہیں، یہ مشرقی علاقہ اعلیٰ اور پانی
 کی فاصلوں تک سے محکم ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس شہر کی جیسے ہی
 سنگھریں۔ حال ہی میں جب ایک مدت کے بعد میرا اس طرف ایک ضرورت
 سے ہانا جا تو میرے شہر کا یہ علاقہ باقی دیرسا ہی نظر آیا ہوا میرے بچپن میں
 تھا۔

۱

جگہ اس طرف جانے کی ضرورت نہیں تھی، لیکن اپنی والدہ کی وجہ سے میں بہرہ ہو گیا۔ برسوں پہلے
 وہ بڑھاپے کے سبب پھٹے پھر سنے سے مستور ہو گئی تھیں، پھر ان کی آنکھوں کی روشنی بھی غریب
 غریب ہو جاتی رہی اور وہی بھی بوقت صبح گیا۔ مصوری کا نانا ضرور جہانے کے بعد بھی ایک عرصے
 تک وہ میرے کو دل دیتے تھے جہاں وہ تہہ اپنے پاس ہا کر کھپکھپاتے ہاتھوں سے سر سے پیر تک
 لٹاؤ تھی تھیں۔ دراصل میرے پیدا ہونے کے بعد ہی سے ان کو میری صحت خراب معلوم ہونے
 لگی تھی۔ کبھی انھیں میرا دل بہت خراب محسوس ہوتا، کبھی بہت گرم دیکھی میری آواز بدلتی ہوئی
 معلوم ہوتی اور کبھی میری آنکھوں کی رنگت میں تغیر نظر آتا۔ میکینوں کے ایک پرانے خانہ میں

سے صحت رکھنے کی وجہ سے ان کو بہت سی بیماریوں کے نام اور علاج زبانی یاد تھے اور کچھ دہلی پر
 وہ بچے کئی نئے مرض میں جانور قرار دے کر اس کے علاج پر اصرار کرتی تھیں۔ ان کی مصوری کے
 ابتدائی زمانے میں وہ نہیں ہارایا تھا جیسا کہ میں کئی کام میں پڑ کر ان کے کمرے میں جاتا ہوں
 گیا، تو وہ معلوم نہیں کس طرح خود کو مستحیجی ہوئی کرے کے دروازے تک لے آئیں۔ کچھ نور
 ناز گھڑنے کے بعد جب ان کی دہی سے طاقت بھی جواب دے گئی تو ایک دن ان کے سٹیل نے
 صحت پر آنا سنے کی خاطر کر آ یا ان کے ہاتھ پیروں میں اب بھی کچھ سخت پائی ہے، جگہ میں ہر ان
 کے پاس نہیں جاسکتا تھا اور وہ بہ ظاہر مجھ سے بے غیر رہیں، لیکن دست لگنے ان کے بہت آہستہ
 کر اپنے کی آواز میں کہ جب میں چٹکتا ہوا ان کے کمرے میں پہنچا تو وہ دروازے تک کا آواز راست
 لے کر بچتی تھیں۔ ان کا بستر، جو انھوں نے میرے والد کے مرنے کے بعد سے وہیں پر بچھتا
 ضرور کر دیا تھا، ان کے ساتھ گھسٹا ہوا تھا آتا تھا۔ دیکھنے میں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ بستر ہی ان کو
 کھینچتا ہوا دروازے کی طرف لے جا رہا تھا۔ جگہ دیکھ کر انھوں نے کچھ کھینے کی کوشش کی لیکن کھان
 کے سبب بے ہوش ہو گئیں اور کئی دن تک بے ہوش رہیں۔ ان کے سٹیل نے بار بار اپنی فصلی کا
 اعتراض اور اس آواز میں پر کھٹکنا کہ ان کا دل اس لیے کہ اس کے بعد ہی سے میری والدہ کی
 چوتھی اور وہی نے جواب دینا ضرور کیا، یہاں تک کہ دیکھ راضی کا وہ دور تمام برآمد ہو گیا۔

ان کے سٹیل کو مرے ہوئے بھی ایک عرصہ گزر گیا۔ لیکن حال ہی میں ایک مدت میری
 آنکھ کھلی تو میں نے دیکھا کہ وہ میرے پاس بیٹھی رہیں پر دشمنی ہوئی ہیں اور ایک ہاتھ سے میرے
 بستر کو ٹٹول رہی ہیں۔ میں جلدی سے اڑ کر بٹھا گیا۔

آپ... ان میں سے ان کے ہاتھ پر ٹٹیک، رنگوں کے ہال کو دیکھنے سے پہچان رہا تھا۔ یہاں آ
 گئیں۔

نہیں دیکھنے۔ کبھی طبیعت ہے؟ انھوں نے ایک ایک کر کے پھر ان پر غصت جاری
 ہو گئی۔

میں بستر سے اڑ کر رہی ہوں ان کے بار بار بٹھا گیا اور وہ تک ان کو دیکھ رہا۔ میں نے ان
 کی اس صورت کا تصور کیا جو میری لائیں ہاتھوں میں مٹاؤ تھی اور چہرے لہجوں کے لیے ان کے

میں نے اپنی والدہ کو اپنے ہاتھوں پر اٹھا لیا۔ ہاتھ اسی طرح چپے کسی دھڑکے پر اٹھا کر لی
 نہیں۔ اور وہ سمجھا کہ میں نے ہی کا کہہ کر ہی اٹھا رہا ہے۔ اور اگر وہ ہاتھ داخل نہیں، لیکن میں نے
 اس سے کہا۔
 "آج آپ کو آپ کے کمرے میں پہنچاؤں، گی سوسے میں وہاں ضرور پہنچاؤں گا۔"

دوسرے دن سوسے گھنٹے کے گھر پر میری آنکھ کھلی، اور آنکھ کھلنے کے گھر پر میری
 گھر سے روانہ ہو گیا۔

۲

خود اپنے گھر کے مرنے کے طرف ایک مدت سے میرا گھر نہیں ہوا تھا۔ اب میں دوسرے
 گھر آ کر رہنے پر تیار نہیں تھا۔ لیکن اس وقت میرے والد نے کہا کہ میں نے اپنے والد سے
 میرے بارے میں پوچھ لیا تھا۔ ایک ہفتے پہلے میرے والد نے کہا کہ میں نے اپنے والد سے
 ہی کہا تھا۔ میں پھر اس سے میں بہت پہلے آشنا خانہ میں سے کوئی نظر نہیں آیا، اگرچہ میرے والد کو
 جانتا ہوں کہ کوئی لوگ اس میں سے کوئی کوئی ہی نہیں تھا، لیکن مجھے یہ نہیں معلوم تھا کہ وہ
 میرے ہی گھر میں رہتے ہیں۔ میں نے اس سے دوسری باتیں بھی کہیں لیگیں کسی کو یہ نہیں بتایا کہ
 میں کہاں جا رہا ہوں۔

گھر پر میرا والد چپکے رہ گیا۔ گھر کی منڈی آتی اور اٹھ گئی۔ پھر وہ وہی دور ساتوں کی
 منڈی آتی اور چپکے رہ گئی۔ منڈیوں کے واسطے ہاتھیں اور وہ رنگ ہاتھ سر نہیں جی رہ
 کہاں پہنچنے کی مدد نہ کی کہ میں ہی گئی ہوتی نہیں، لیکن میں جس سرگرم پر میرا آگے بڑھ رہا تھا اس
 پر اب جا کر گھر سے نظر آ رہے تھے۔ کہہ اور آگے بڑھ کر سرگرم ہاتھ لگی ہو گئی۔ راستہ پاؤں سے
 کے ہاتھوں کے گھر میں نہیں تھا کہ میں میرا ہوں، اس لیے میں آگے بڑھ گیا۔

دوسرے دن میری آنکھیں کھلیں اور اب بھی سرگرم کے آثار ہی منظر پر آ گئے تھے۔ والد نے کہا کہ
 ہاتھوں والے درختوں کی دھڑکے پر میری سرگرمی ظاہر ہو گئی۔ والد نے کہا کہ میں نے اپنے والد سے
 کہا کہ ہاتھوں میں سرگرمی ظاہر ہو گئی۔ والد نے کہا کہ میں نے اپنے والد سے
 کہہ کر دیا تھا۔ یہاں پہنچ کر میں سرگرمی میں پڑ گیا۔ مجھے گھر سے ملنے سے بہت دور نہیں ہوتی
 تھی اور مجھے جیسا تھا کہ میں اپنے گھر سے بہت دور نہیں ہوں، پھر بھی میں نے وہاں پر ضرور
 وہاں کا راستہ یاد کرنے کی کوشش کی۔ میں نے چپکے ذکر کیا۔ کہہ اور اپنے والد سے وقت کوئی
 نہیں دے رہی تھی۔ ہر طرف تھے۔ میں نے ہی کی طرفوں کے دور یہاں سرگرم کا حضور کیا تھا لیکن وہ ظاہر
 ہی ظاہر میرے حضور کی دیر دور نہیں، اس لیے کہ اب ان کا نہیں پتا نہ تھا۔ اپنے حساب سے میں
 ہاتھ سرگرمی میں پڑ گیا تھا، لیکن مجھے یہاں اس کا تجربہ ہوا تھا کہ وہ کھینچنے میں میری مدد
 ہونے والی سرگرمی اتنے غیر معمولی طرح پر ہوا تو سرگرمی جانی ہیں کہ میں پر اپنے والد کے
 ہی نہیں ہوتی اور اس کا رنگ کہہ کا کہہ ہوتا ہے۔ مجھے جیسا تھا کہ میں اب تک پہنچنے پہنچنے میں گئی
 رہا تو دوسرے سرگرمی چلا ہوں، اور اگر میرے سرگرمی کا سرگرمی علی کا تھا تو میرے اپنے گھر تک
 نہیں پہنچ سکتا تھا، لیکن اس وقت میرے والد نے کہا کہ میں نے اپنے والد سے بہت دور نہیں
 کہیں دیکھا تھا نہیں دے رہا تھا۔ ہر طرف چپکے ہونے کے وقت اتنے چپکے ہونے کے کوئی پتا
 میرے سرگرمی ظاہر ہونے سے وہاں نہیں تھا، لیکن میرے ہاتھ ہاتھ میں وہ رنگ ہوتی تھی اور
 اس پر گھر تک کہیں چلاؤں آپس میں اٹھتی ہوتی نہیں۔ ان کی وجہ سے ہاتھ کے دوسری طرف
 وہاں لٹھیری صدمہ نظر نہیں آتا تھا۔

اگرچہ میرے والد میری ہر گاہ میں نے سنا اور اس سے بہت ہل پڑا۔ میرا اہل صبح تھا۔
 جہازوں کے ایک ڈھانچے میں سے گھر میں آگے سامنے کشن رنگ کی ہاتھ اٹھائیں وہ ایک
 مکان نظر آتا۔ وہ مکان نہیں تھا جس کی بجائے کافی تھی، تاہم میں میرا اس طرف بڑھا گیا۔ اس
 کے دورانیہ پر کسی کے نام کی گئی تھی ہوتی تھی جس کے قریب قریب سب طرف مٹ چکے
 تھے۔ مکان کے اندر جاسوئی تھی لیکن وہیں نہیں تھی وہاں مکانوں سے باہر گھنٹی سوس ہوتی
 ہے، اس لیے میں نے دورانیہ پر نہیں بدستک دی۔ کہہ اور بعد دورانیہ کے دوسری طرف

بلکی سی آہستہ جوتی اور کسی نے آہستہ سے پوچھا۔

"کونسا صاحب ہیں؟"

جاننے سے کہا فائدہ نہیں لے سچا اور کہا۔

"میں شاید راستہ بھول گیا ہوں، تمہیں کاجو ترہو عمری تمہیں ہے؟"

"تمہیں کاجو ترہو؟ آپ کہاں سے آئے ہیں؟"

یہ غیر متعلق بات تھی۔ اپنے سوال کے جواب میں سوالیہ سی کر بچے بلکی سی جھنجھوٹ صوبہ ہوئی، لیکن دروازے کے دوسری طرف کوئی صورت تھی جس کی آواز نرم اور صوفیہ بہت صوبہ تھا۔ اس نے دروازے کے غنیمت سے کھلے جیسے ہٹ کو پکڑ رکھا تھا۔ اس کے جالنی بار بینی پائلی سے رنگے جیسے تھے۔ بچے ویم ماسا کو دروازے کا ہٹ خود اور کھلا ایک کسے کے اندر لہر کو دروازے کے چپکے پھوٹی سی نیم تار یک ڈھڑکی اور ڈھڑکی کے چپکے مٹی کا ایک گوندہ اور اس میں کتے جیسے اندر کے درخت کی لہر غرضیں نظر آ گئیں جس پر دھوب پڑ رہی تھی۔ اور دوسرے کتے لہر لہر یاد آیا کہ میری دھند کبھی کبھی خود ہی در کے کتے اس مکان میں ہی اترتی تھیں۔ لیکن اس مکان کے رہنے والے بچے یاد نہ آتے۔

"آپ تمہیں باہر سے آئے ہیں؟" دروازے کے دوسری طرف سے پھر آواز آئی۔

اسی نہیں، "میں نے کجا اور اپنا اپنا جانا۔ پھر کہا، "بستہ دونوں کے بعد ووم آجائیں۔"

در کے بعد بچے جواب دیا۔

"اس مکان کے چپکے چلے جائیے۔ جو ترہو مانتے ہی ہو کمانی دے گا۔"

مکان کے اندر وہی شخص سے کئی ہوا سی صورت کی ہماری آواز سنائی دی۔

"کون آیا ہے صبر؟"

میں دسی ٹکڑا دیا کہ مکان کی پشت پر آ گیا۔ مانتے دور تک چمٹے بڑے کئی ٹپٹے نظر آ رہے تھے اور ان کی سب تر تہب ٹھاری پھر ایک سرک کا تصور دیا کہ رہی نہیں۔ پوچھنے مضمی مٹی کے ٹوٹے تھے، لیکن ان سے ذرا ہٹ کر ایک ٹپٹے پر جہاں ٹپٹے نظر آ رہی تھیں۔ میں نے اس ٹپٹے کو حور سے دیکھا۔ جہاں ٹپٹوں کے چپکے چپکے میں لگی قبروں کے لٹکان لٹکان تھے۔ بعض بعض

قبروں پر چلنے کی سفیدی دھوب میں پکڑ رہی تھی۔

۳

مکان چو ترے کی ٹوٹ میں تھا اور اس تک پہنچنے کے لیے بچے چو ترے کا آدھا ٹکڑا کٹا ہوا۔ پرانی ٹکڑی کے ہماری صورت دروازے کے مانتے کمر اور تک میں سوچتا رہا کہ اپنے آنے کی اطلاع کسی طرف کر دیں۔ دروازے کی ٹکڑی بہت وسیع ترہو خود ہی سبلی ہوئی تھی۔ اس پر دھوب دینے کا کوئی فائدہ نہیں تھا، پھر میں نے نہیں یاد اس پر باخودا، لیکن اپنی دھوب کی آواز خود لہر کو چپک سے سنائی نہیں دی۔ بچے شہر پر کہ مکان درہاں ہے۔ میں نے دروازے کو آہستہ سے دکھایا تو اس کے دونوں ہٹ بڑی سوت کے ساتھ اپنی چاکوں پر گھوم گئے اور لہر کو اپنے مانتے ایک کلاؤ ڈھڑکی نظر آئی جس کے ایک سر سے پر ڈھیرے ٹاٹ کا پردہ لٹک رہا تھا۔ میں دروازے کے قریب گیا اور اب بچے مکان کے اندر لوگوں کے ہوتے جانے کی آوازیں سنائی دیں۔ میں نے دھوب دی اور اندر کسی نے کئی کو پکار کر کہا۔

"دیکھ کوئی آیا ہے۔"

تب میرا ادراغ ساقوں سے جھٹک جانا شروع ہوا۔ اس مکان میں کون کون ہے اس میں کسی سے کیا بات کون کا اپنے آنے کی عرض کیا جانتا تھا؟ اپنے کو کسی طرح پہچانوں گا۔ میرا ہی پایا کہ وہاں ٹوٹ جاتاں، لیکن اسی وقت پردے کے چپکے سے کئی صورت نے دھوب گئے کیے ہیں پوچھا۔

"کون ہے؟"

میں نے اپنا ہوا نام بتا دیا۔

"کس سے تھا ہے؟"

اس کا میرے پاس ایک ہی جواب تھا

"تکیم صاحب سے۔" میں نے کہا۔

”طلب و امری طرف ہے۔ وہی ہاتھ۔ وہ ”تہا پر ہے۔“

آخری قلم تک پہنچنے پہنچنے آوازوں پر صراحت ہو گئی تھی، اس لیے میں نے جلدی سے

WZL 2000

المعنى

آواز پر قریب آگئی اور اس کے لیے کاروباری کے کام چلا۔

المجلس

میں نے یہاں بھی اپنا کھانا لایا کہ وقت کیا، پر اپنی وہ دو گانام لایا، پر وقت کیا، پر
اس کا گھر کا نام ۱۹۶۰ء کا کہیں اس کا گھر بنا ہوا، پر گھنٹے گھنٹے یہاں وہ دو گانام بھی لایا، اس
سے میں انجین میں چڑھا۔ میں نے یہ سب کچھ بہت سے ترائب انداز میں لایا، چنے پودے کے
نوع و رنگی صورت نے کسی کے چہنچہ پر ہر دے پر جو کہ کے ڈرا ہوا، اور مکان کے اندر عورتوں
کے جانے کی آواز میں خودی دور کے لیے تیز ہو گئیں۔ جگہ اس آوازوں میں اپنی وہ دو گانام کا نام
اور اپنا انجین دو گانام پر لایا، سنائی دیا۔ یہ دونوں تمام میں بہت دنوں کے بعد میں رہا تھا۔ جگہ یہاں ہو
گیا کہ اگر یہ نام اس طرح سنائی دیتے رہے تو میرے کو اس مکان کا پورا نقشہ اور اس کے رہنے والے
سب یاد آجائیں گے، بلکہ میرے وہی میں ایک کلاہو میں کا نقش بنانا ضرور بھی ہو گیا تھا، لیکن
میں اس وقت بجلی ہی کھر کھر بٹ کے ساتھ جٹ کا پورا میری طرف بڑھا، وہ پورا انداز اور اس کے
بچے سے ایک باخشل کا انگو پھا نمود ہوا۔ میں ایک کلاہو سے جو گیا اور باخشل نے جو سے ایک کلاہو
انداز سے ڈھونڈی میں آ رہا، مجھے سلام کرتا ہوا، صور دو گانام سے باہر نکل گیا۔ میں خاموشی کرا
انکار کرتا رہا۔ گورو پر جو پودے کے چھکے سے دلی دلی آواز میں آئیں اور پھر اپنی انجین پودے کے
بچے سے نکل کر ڈھونڈی میں آئیں۔ اس کی بے ترائب انداز ویکر کا صاف سلام ہوتا تھا کہ انجین
باہر کی طرف بٹھا گیا ہے۔ انجین آپس میں ہو سکتی نہیں ہی کرتی اور کلاہو کی جوتی صور دو گانام کی
طرف بڑھ گئیں۔ اس کے بعد مکان کے اندر سے دور تک کوئی آواز نہیں آئی۔ میں ڈھونڈی میں
کھڑے کھڑے اٹھا گیا۔ مجھے دویم جو بنے گا کہ پودے کے چھکے سے دور کی خاص دلی خاموشی باہر
نکل کر میرے کو اپنی ٹوٹ میں لے رہی ہے۔ لیکن اسی وقت دوسری طرف سے کسی کے سدا

پہنچیں۔

اسی دور میں مکان کے صحت ورہوں سے علی علی کر عور نہیں اس پرشے دھن میں جمع ہوئی رہیں۔ اس میں سے زیادہ تر سنے اپنا عورت خود کرایا۔ بچیدہ ورٹھے میری کھڑیں نہ آتے تھے لیکن میں نے یہ ظاہر کیا کہ ہر عورت کو سنے دھن کیا ہوں اور ہر رشتہ بچے پہلے ہی سے مسلم تھا۔ سب عورتوں نے دھن میں بہت بہت ساتیلیں رکھ کر اپنی نگہیں کر رکھی تھیں۔ سب سنے سنی دھن پہنچے ہوئے تھے جن میں میں سے بعض بعض گھر کے گئے ہوئے مسلم ہوئے تھے۔ ہر ایک کے پاس میرے بچوں کے قصوں کا ذخیرہ تھا۔ بچے میں سے کچھ سے کچھ بچہ اور کچھ کا ایک ورثہ دیکھا گیا جس پر سے کہ کر میں نے جوش ہو گیا تھا کہ بچے سے جوش دیکھ کر میری دھن ہی سے جوش ہو گئی تھیں۔ میری طراروں کا ذکر پھر تو مسلم ہوا کہ میں نے وہاں پر موجود ہر عورت کو کسی نہ کسی طرار کا نشانہ بنایا تھا۔

بچے اسامی ہوا کہ میں دور سے ایک عورت بھی نہیں ہوا ہوں۔ سب لوگ شاید سب میرے ہونے کے متحرک تھے اور دھن میں کچھ عورتوں ہی ہو گئی تھیں۔ میں نے جو عورتوں کو طرار کی فوج کے ہر ایک طرف میں ہر لڑکیاں خوشی دکھائی دی۔ میں نے اس سے اس کی تعلیم اور دوسرے مسئلوں کے بارے میں دریافت کیا خود طرار کا ایک دوسرے کے قریب کھینچے گئیں اور اس کی طرف سے دوسروں نے جواب دیا۔ اس سے کچھ عورتوں نے یہیں اس کے کسی وقت آکر دوش کئے تھے۔ میں نے ان سے اپنے خیال میں اس کی دل نہیں کی کہ وہاں باتیں کریں، لیکن بچے مسلم نہیں تھا کہ انہیں کی باتوں میں دل نہیں ہے۔ اس کے بچے سنے عورت اور لڑکیاں ہر صورت مسلم ہوئیں، لیکن لڑکیوں کا طرار اچھا تھا۔ میں ان سے کچھ نور انہیں کر سنے کے لیے ان کی دل نہیں کا کوئی موضوع سوچا جانا کہ ڈیڑھ گھنٹے کے دوران سے ہر گھر گھر بہت ہوئی۔ ساتیلوں کا طرار دھن آگیا تھا۔ اس کے باتوں میں انداز کا کچھ نہ تھی کہ کئی بڑیاں نہیں ہی میں بعض پر پکائی ہوئی آئی تھی۔ اس نے دھن کی طرف دیکھ کر کچھ انداز دیکھا اور لڑکیاں اس کی باتیں کیں۔ کچھ دوسرے قریب کے کسی دور سے ان کے خیمے اور پکائی کے برتن بچنے کی آوازیں آئیں۔ بچے دھن آوازوں میں ہمیں ہی مشابہت محسوس ہوئی، اور یہ بھی شبہ ہوا کہ لڑکیاں میرے ہونے کی علی انداز ہی ہیں۔

میں نے اندازہ کرنے کی کوشش کی کہ بچے اس دھن میں بیٹھے ہوئے کتنی دور ہوئی ہو گی، لیکن اسی وقت میرے پاس نہیں تھا کہ ایک دوسرا عورت اس کی باتوں کے کچھ حکیم صاحب کو سنے نظر آئے۔ میں نے انہیں طرار پہنایا۔ دوسرے ٹوٹی کارواں پر دست کر رہے تھے۔ پھر وہ عورت کی طرف منہ کر کے اپنی عورتوں میں کچھ شائے لگے۔ ان کے کچھ ایک اور دوسرا نظر آ رہا تھا جس کے قریب دوسری عورتوں کو عورتوں کا جمع تھا جاتا۔

اسے سنے، ہم آ رہے ہیں۔ حکیم صاحب نے کہا اور مجلس اٹھائی۔

آپ آئے، عورت کی انگلیاں ہیں، تو کچھ کون آیا ہے۔ پھر آئے۔

حکیم صاحب دھن میں آ گئے۔ میں نے جلد ہی سے اس کی انہیں سلام کیا اور انہوں نے آہستہ سے میرا نام لیا۔ پھر بولے۔

یہاں آپ کو بہت بدل گئے، تمہیں نور دیکھنا تو باقی نہ رہا تھا۔

کچھ دیر تک وہی بچے میرے بچوں کی باتیں کرتے اور میرے دور کی وضع داری کے لیے جاتے رہے۔ اتنے میں ایک طرار دھن کی ایک لمبی کشتی میں کھانے کی چیزیں لے کر آ گئی۔ میں نے ایک طرار کشتی میں لٹی ہوئی کشتی کی تاریک طراروں کو دیکھا۔ اس میں زیادہ تر ہمارے کاسٹوں تھا، لیکن کچھ چیزیں گھر کی سی جی ہوئی تھیں۔ حکیم صاحب نے کشتی کی طرف اشارہ کیا اور بولے۔

”یہاں غفلت سے کام مت لیجئے گا۔“ پھر انگلی سے بولے۔ ”سچا جی ہم کو دور ہو رہی ہے۔“ اس کے بعد وہاں میں اپنے گھر سے جی چلے گئے۔

اسی کو طلب سے فرصت ہی نہیں ہوئی، جنگ نے صورت کے انداز میں کہا۔ وہ کچھ اور بھی کچھ رہی تھیں، لیکن پھر شاید کچھ دور کو غلو کی سی طاری ہو گئی تھی، اس لیے کہ جب میں چوکا تو دھن میں صرف جنگ تھیں اور اس کی دو کمریوں پر کسی سونے کپڑے کے پورے بھل رہے تھے۔ صرف بچہ کی کمر کھلی ہوئی تھی اور اس میں کھٹا جوا طرار جی جاتا ہوا کسی دوسری طرف پکڑ کھانا تھا کسی باتیں طرف۔ میں نے مجلس کی جانب دیکھا۔ دوسرے دوران سے کچھ حکیم صاحب ایک بوڑھے دوسرائی کی بیٹی پر ہاتھ رکھے کسی سطح میں ڈبے ہوئے تھے۔ میں جنگ کی طرف طرار میں پر ہی غلو کی طاری تھی، لیکن قریب کی کسی مہنگی سے لڑکیوں کی کشتی کشتی میں کی

قبروں کی محدود سیر سے اندازہ سے زیادہ تھی، لیکن پتاور کا وہ جھڑا خوب خاص ایک
 بہت پرانے سانپ کا سسکی رہتا یا جاتا تھا۔ جو لوگ اسے دیکھنے کا دعویٰ کرتے تھے اس کا کھانا خاک
 اس کے بھی پر پل گئی آئے ہیں۔ بچے پتاور کے جھڑا کے پاس گھینٹے رہتے تھے، جگہ جیں لو اس
 کے اندر جا چھتا تھا لیکن سانپ سے کسی کسی کو نقصان نہیں پہنچا تھا۔ شاید اسی وجہ سے یہ بات
 مشہور تھی کہ وہ کئی پشتوں سے حکیم خاندان کا گھرانہ ہے۔ خشک اور سبز پتاور کے اس جھڑا کا
 نقش سیر سے ذہنی جیں باہل واضح ہو گیا تھا، لیکن یہ جگہ یاد نہ آ سکا کہ وہ چوڑے پر کسی طرف تھا۔
 جس جگہ اس کے سنے کا جگہ گھاسی شاخوں پر کئی قبریں تھیں، جیں پر چھ سنے کی مسجدی چمک رہی
 تھی۔

چوڑے پر سے مکاں کے محدود دروازے کو جیں پر تک دیکھتا رہا۔ سیرابی چاہتے تھے کہ اس
 پر دستک دیں، دھیر جیں چاندھم ٹوٹ کر بڑھا بھی، لیکن پھر رک گیا۔
 یہ بہت دیرپا بات ہو گئی، جیں سنے سہا، اور چوڑے پر سے مکاں کی سحرست مست و تر
 کہا۔

جانوس

The world, unfortunately, is real.

Jorge Luis Borges

فلسفہ وجود اور حقیقت
عالم حقیقی کی تلاش

آئندہ جی کے آگے تھے۔ دور شمال کی طرف آسمان زیادہ تاریک ہو گیا تھا اور وہاں میں بجلی منسلک تھی۔
نئی۔ ہوا کی رفتار تیز ہو چکی تھی لیکن ابھی اس میں تاریکوبری نہیں آئی تھی۔

اسی وقت ابھی کہ وہ کوئلہ نہیں آری تھی مگر میں نے بستر پر ایٹ کر بجلی بھرا دی۔ مگر سہ کا
مشرقی دروازہ کھولا جا تھا اور مگر سہ میں باہر سے زیادہ اندھیرا تھا۔ اس لیے باہر کا اندھیرا مگر سہ
کے اندر وہ تھی۔ بہت دھم دھم تھی۔ کی طرح داخل ہو رہا تھا۔ میری چو تھی کوٹ کے باہر
میرا سنا مشرقی دروازے کی طرف کر دیا۔ دروازے سے وہ قدم آگے نکلے آسمان کے نیچے میرا
قد آور کائنات بنا دینا تھا۔ میں اب تک اس کی طرف دیکھتا رہا۔ آئندہ جی کے آگے صراخ ہونے ہی
کنے کے کان دور کر پھر گئے گئے تھے۔ وہ عام کنوں سے بہت برا تھا۔ جو کہ یہ سوچ کر نہیں آئی کہ
وہ سال پہلے میں اسی گئے کو اپنے دور کوٹ کی جیب میں رکھ کر لایا تھا۔

"ہاؤنڈ؟" میں نے آہستہ سے کہنے کو پکارا۔

کہنے نے جیسے جیسے وہ تھیں سو تھوڑے ہوئی۔

"ہاؤنڈ؟"

کہاؤنڈ کہہ رہا تھا۔ اس نے اپنی جگہ پر کئی پکار کاٹے۔ پھر زرا آگے بڑھ کر دروازے سے
بہا ہوا رہ کر کہنے لگا۔ اسے مگر سہ کے اندر داخل ہونے کی اہلیات نہیں تھی۔

"خوشہ چاقو کا ہاش؟"

کہنے نے پھر وہ تھیں پکار کاٹے اور اس بار دروازے سے ٹپ کر بیٹھ گیا۔ جو کہ وہاں مگر بہت
مسلحہ معلوم ہوئے اور اب میری آنکھوں پر توند کی بجلی پارک بھٹی سی منہ نہ تھی۔ میں نے

اس کی ہنسی کو ہی دھڑکایا کہ ہاں تو میں اس سے سوتے رہ جیتے تو کھٹے کھٹے کی کہہ اس کے ہاتھ سے کی نہیں تھی جوتے پہنی ہوئی نہیں اور قہقہوں کی آہستہیں۔ کھس گئی نہیں۔ اس کے ہاتھ کے پچھے کی سوں سے کہہ کر ہر جوتے سے تھے۔ پھوٹی کر گئی اور اسی کی سہا جوتے میں مل کر اس کے ہر سے کو تار پڑا دکھا رہی تھی۔ چوڑی بڑھی اور لچکے تھکا وہ سخت حال آدمی چھوٹا و عجب کہ چھوٹی شخصیت کا ایک شا۔ کہہ کر حاضری دینے کے بعد اس نے ٹھٹھکا کا حلقہ چڑھا دیا۔ چلی گئی کہ آپ کو سلام کیا ہے اور صبر کئے تو کڑی چھوڑ دینے کی سائی مانگی ہے۔ منور دا کٹر صاحب۔ وہ آدمی غرا نہیں ہے۔ آپ کے نہیں نہ چپے اس پر لکھتے تھے۔ وہ اس نے میرے ہاتھ چھوئے ہیں۔ اس نے ہاتھ سے کے پیٹے ہیں سے ایک کاٹا میں پیٹے ہوئے نوٹ نکال کر کہہ کر اسے دیدہ۔ اس نے کہا تھا کھٹے پیٹنے ہی دا کٹر صاحب کو نہ چپے دے نہ نہ۔ اسی لیے چاہتے آپ کو شکایت دی۔

کہہ کر چلی گئی کہ اچھا داری پر کہہ صاحب ہو۔

منور۔ کھٹے کر کہ میں تو نہیں چاہتی۔

اسی تار ہی تیر ہے۔ کہہ کر دھڑکایا۔ اس نے سوتے کی طرف اشارہ کیا۔

منور کو زحمت ہو رہی ہو گی۔

نہیں۔ کوئی بات نہیں۔ میں نے اسے ہر سوتے پر جھٹکے کا اشارہ کیا۔ غصہ کہہ کر دھڑکایا کے بعد بڑے سوتے کے ہر سے سے جھٹک گیا۔ اس کا سامں اس کے ہاتھ میں شا۔ اب اس نے ہنسنے اور اپنے دا کٹر کے ہاتھ سے کھٹے کی پٹی پڑا دیکھا اور پتل پتل کر سے میں چھوٹا حلقہ لٹکا دیا۔ میری کھڑکیں اس پر بھی ہوئی نہیں۔ اس شخص میں کوئی بات تھی جو میری سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔

خیر یہاں کہہ کر کہیں کو ہاتھ ہو گا۔

بہرہ وہوں ایک ہی جوتی میں کام کرتے تھے۔

نہیں ہی جوتی میں کام کرتے ہو گا۔

سب جھٹک جو کہا ہوں۔

سب کہا کرتے ہو گا۔

وہ کہہ کر حاضری پڑا۔ ہر اس کی گردن جھٹک گئی اور آواز بھی ہو گئی۔

تھیں کہہ سکتے تھا اپنے لیے ہی دا کٹر صاحب سے بات کرنا۔ وہ کوئی کام ضرور دیا ہوں گے۔

کاش پور سے چلے گئیں آئے گا۔

وال نہیں۔

کھان کے چیتے دے گا۔

نہیں کھٹکا۔ سات برس ہا ہر وہاں چلی منور دا کٹر صاحب۔ کھٹکا دے گا تو کھس دیں ہی تو نہیں نکلتا۔

تیس ہزار کھان کھان ہے گا۔

اب کھس نہیں۔ قائد ملی کھان لا کھیں ہی میں ہاتھ سے نکل گیا تھا۔ وہ صاحب کا انتظار آنا میری سر دے میں جو۔ وہ وہاں کے کہہ کر کھٹکا کے خیرات دے میں اٹھ آئیں۔ وہ بھی گزار گئیں تو میں شہر چھوڑ کر نکل گیا۔

یہاں پہنچ کر وہ سہا کام نہیں ہو گیا۔ وہ کہہ کر وہاں ہی پڑا ہا تھا جو میری سمجھ میں نہیں آتا۔ اب نہ تو صاحب کی حوصلی کے خلاف میرے کان میں بڑے ہو میں نے پوچھا۔

غوب صاحب کی حوصلی کیا گا۔

منور دا کٹر صاحب۔ غصہ دے ہو شیار جو کہہ کر۔ غوب صاحب کی حوصلی تو بہت پتل گئی۔

یہاں اس کو منور صاحب نے غصہ کر جھٹک کر دیا ہے۔

تو منور صاحب۔ اس نے کہہ سوچتے ہو سے پوچھا۔ غوب ہیں؟ غوب منور علی

کاش۔

نہیں۔ ہاں میری۔ منور دا کام ہے۔

کھٹکا ہی کے ہیں۔

بلکے ٹھیک معلوم نہیں۔"

کاسے کے باہر میں۔"

یہ بھی ٹھیک نہیں معلوم۔

اس کے بعد وہ ٹھیک دکانی، ری، اور باہر خیر سوئی، مٹی، سوار، آواز دانی، دینی، ری۔

یہ غلاب سرور اب کی مٹی۔ "خود کو گھٹنے گھٹا، ہر دو، "تھوڑی مٹی۔"

میں نے نہ دھیرت سے اس کی طرف دیکھا۔

ہر سرور وقت آتا تھا۔ اس نے بہت جگہ میں کہا۔ غلاب صاحب کی زندگی مٹی میں

کڑی کر اکتال کا مہر کی سر۔ میں سو۔ بلکے باہر میں نہیں مٹی کے اندر۔ کہا تھا۔ وہ دکانی

نہیں۔ "پگھلے گھٹے ہر دو کو گھٹا گیا اور اس کا سر گھٹنے۔"

میں چپ چاپ اس کی طرف دیکھتا رہا۔

"مستور، ڈاکٹر صاحب۔ اس نے ہر دو شہار، جو کوہاں جھکے سوار اٹھا۔ آواز مٹی کا زور

گھٹ گیا ہے۔ گئے کوہاں گھٹے۔ مٹی میں وقت حکم دیکھے خارج ہوئی۔"

مگر کوہاں سوئی کی مٹی آواز تھا کہ گھٹ مٹی ہو گئی تھی۔ بلکے باہر میں مٹیوں جو

کوہاں سے مٹیوں خزاں ہے اور جو کوہاں کی طرف دھکے دیتے کر رہتی ہو رہا ہے۔

مستور کی سر دانی سے کوئی کام ہی چاہئے تھا۔ اس نے بستر کو دھکے دیتے باہر میں دہاں

دھکے دھکے سوئے گھٹنے کو باہر میں باہر سے شا کو سے مٹی دھکے باہر میں باہر سے۔ وہ سرور کو شش

میں مٹی نہ دھکے۔ آخر خیر سوئی دانی سے جھکے سے کوہاں دھکے دیتے۔ اس کے مستور سے مٹی کی آواز

مٹی پڑے اس نے کوہاں نہ مٹی گھٹا کر دھکے تھا۔

اب میں نے دیکھا کہ اس شخص کا بدن کا ٹھہرا ہے۔

گیا ہات ہے اس میں نے دھکے اس کی طرف دھکے ہوئے پڑھا۔

گیا اس نے دھکے سے گھبرا کر پڑھا۔

"تم کا ٹھہرا ہے جو۔"

کی نہیں۔

"تو شہار۔ شہار طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔"

"میں باہر ٹھیک ہوں۔ مستور، ڈاکٹر صاحب۔ گئے کوہاں گھٹے۔ اس نے مٹی دھکے

کی طرح کہا۔

پھر میں نے ہی مناسب سمجھا کہ اسے جانے دیا جائے۔ میں نے دھکے دھکے کے غلاب ہاں

گئے کوہاں جانے کا اشارہ کیا۔ گئے نے کوہاں گھٹیں کی۔ میں غلاب کی طرف دھکے۔

"ٹھیک ہے۔" میں نے کہا۔ "مٹی میں گھٹے غلاب میں آتا ہے۔"

غلاب نے ہر دو کو سلام کیا اور دھکے سے باہر نکل کر آواز سے میں آ گیا۔ ایک نظر اوپر

کے زخموں کی طرف دیکھا اور آواز سے کی میری مٹیوں انہیں۔ چند لمحوں میں اس کا ہاں بھی برآمد سے

سے غلاب ہو گیا۔

میں نے بلب بلبانے کے لیے سوئی کی طرف باہر دھکے دیا ہی تھا کہ باہر ایک دم کا سا ہوا

اور اسی میں اس آواز کو سمجھ گیا کہ نہ پڑھا تھا کہ دھکے پڑے گئے کی گھٹ مٹی کی دھکے اور اس کے ساتھ تھا

برآمد سے آواز کوہاں کی طرف جاتا دھکے دیتا۔ میں مٹی کوہاں باہر نکل کر آواز سے سے گھٹے انہ

آیا۔ مٹیوں جھکے کی مٹیوں کے سامنے میرے مٹیوں تک آواز سے مٹیوں۔ مٹیوں سے دھکے دھکے

قدم آگئے وہ شخص ایک سیاہ دھیر کی طرف دھکے پڑا ہوا تھا۔ اس کے گھٹے سے مٹیوں کا ایک

چھوٹا سا بال اٹھا تھا اور اسی ٹھہرا اس پر مٹیوں کا تھا اور مٹیوں کے چھوٹے مٹیوں کی دھکے اس کی

دھکے سے گھٹے دھکے مٹیوں کی۔ گھٹا مٹیوں کی گھٹے مٹیوں کی دھکے مٹیوں کی دھکے مٹیوں کی دھکے

کوہر طرف سے گھٹے دھکے تھا۔ مٹیوں دھکے مٹیوں کی دھکے مٹیوں کی دھکے مٹیوں کی دھکے

مٹیوں اور پھر اس جسم کی طرف دھکے تھا۔ میرے وہاں تک پہنچنے پہنچنے وہ مٹیوں کے دھکے مٹیوں کی

پڑا تھا تھا۔

میں اس کے غلاب پہنچ کر جھکا۔ وہ مٹیوں پر دھکے دھکے تھا۔ بستر اس کے باہر سے چھوٹ

گیا تھا لیکن گھٹنے کا کڑم اسی ٹھہرا اس کی مٹیوں میں چھٹا ہوا تھا۔ گھٹنے کا دھکے مٹیوں کی دھکے

دھکے مٹیوں کی دھکے مٹیوں کی دھکے مٹیوں کی دھکے مٹیوں کی دھکے مٹیوں کی دھکے

آگئے کی طرف چھٹا ہوا تھا اور اس کی مٹیوں کی دھکے مٹیوں کی دھکے مٹیوں کی دھکے مٹیوں کی دھکے

پر اس کا بازو جھٹک رہا تھا۔ وہ نہیں بدلتا۔ اس نے کھنڈر کو پھڑک کر وہ غصے سے زبانی پر نہاد دیا اور اٹھنے کی کوشش کی۔ اس کا سر دھڑکنے سے وہ ہانت ہوا پر اس کو ہر ذہنی سے جک گئے۔ اس نے وہ دروازے کی کوشش کی اور میں نے ایک گھٹایا کر اس کے وہ غصے ہڈا پکا لیتے۔ وہ اس کی کوشش کے جو وہ دروازہ کھلا۔ لیکن اس کی جھانکوں میں دم نہیں تھا۔ اس نے جک کر ایک ہاتھ سے کھنڈر کو پکا اور ہر دھڑک گیا۔

پکارا کرتا ہے۔ اس نے ہاتھ پر اپنے آپ کو دیا۔ اب اس کی آواز دست کھ کھل ہو چکی تھی۔ میں نے اس کی کمر میں داخل ہونے کو اسے اشارہ کیا۔ کھنڈر ہی گھر وہ جک ہوا پر اشارہ پر غصت کر رہی ہر کر کہا۔ کمرہ جو سنبھل کر وہ غصے کے گرد پکار کھٹ رہا تھا۔ جک کر اسے آواز کھنڈر کو سنبھلے۔

پکارا آگیا تھا۔ "نوروز نے میرا کو دیا۔"

میں اس کو سنا اور جب وہ اپنے رات کے کی سر زمین تک گیا۔ میری ہی چڑھنے سے اس شخص پر سے کوئی غصہ ہو گیا اور جب تک میں اس کو اپنا ایک دم کے ساتھ ہر دھڑک وہ باقی داخل ہو کر حرکت ہو چکا تھا۔ کمرہ اس کے رات کے وہ نے میں تک تھا۔ اس کا سیاہ چہرہ اور ہاتھ گود سے اٹھ گئے تھے۔ اس کے دھنڈے رات کی سنبھل گئی تھی اور اس میں سے سنبھل گئی کی جوت کی چوٹی پر گری تھی۔

میں نے اس کی فیصل پر اشارہ کیا۔ پر میری سے ہوا گیا۔ کتا ہی میرے چپکے ہوا۔ اور اسے ایشیو کو پکے نے کہ میں وہی لیتے تھا۔ وہ ایک دم کا وہ دروازہ سے نہ کہ کے میں ہوا۔ نوروز اب بھی ساتھ ہی سنبھل کر حرکت پڑا ہوا تھا۔ میں نے اس کا سنا نہ کیا اور اس سناٹے کے پچ میں اس نے آٹھیں کھلی دیں۔ لیکن یہ آٹھیں ٹپٹے کی سی نہیں ہوتی ہیں کچ نہیں تھا۔ میں نے اس کے ہر سے کو ہر سے دیکھا۔ اس کا ہاتھ تخت چھا تھا۔ آٹھوں کے گودا ایک ہر نہی نہیں۔ اگر یہ ہر اس کے ہر تک میں وہ نہ گئی ہو نہیں خود وہ دروازہ سے مست ہوتا۔ اس کی آٹھیں اس کے ہر سے ہر نہی نہیں اور اس حالت میں ایک آٹھیں کھلی پڑا ہوا دست مٹھن نوروز اس سے مست ہوا تھا۔ لیکن وہ میرے دھنڈے سے اس کی آٹھوں میں جوت چھٹکے۔ اس کی

ہاتھیں خراخرا رہیں۔ اس نے میرا کھانے کی کوشش کی۔ ہر چہی تھا۔ ہر اس نے اٹھا ہوا اور اس کی آٹھوں سے کوب ہا ہر ج کھٹ۔ میں نے اس کے پیچھے ہر آہستہ سے ہاتھ رکھ کر اسے اٹھنے سے روکا۔

"پچھو جو۔" میں نے کہا، "کھا گھیت ہے؟"

"میں ہاں گا۔" اس نے ہرانی جوتی آواز میں کہا اور ہر اٹھا ہوا۔

"ابھی خدای طبیعت نہیں ٹھیک ہے۔" میں نے اسے دیکھا اور اپنا سوال دہرایا۔ کھا گھیت ہے؟"

"نکل پکرو۔۔۔" نوروز کہہ رہا ہوا۔ "بست گھیت ہے۔"

میں سنا کر ختم کر چکا تھا۔

"بھلا پچھو جو۔" میں نے کہا، "وہاں وہاں۔ ٹھیک ہو ہاں گے۔"

میں نے وہاں سے کا پتھل گھرایا۔ وہاں کھٹنے سے پٹے میں نے سر کھا کر ایک نظر مریض کو دیکھا اور میرا ہاتھ پتھل پر رکھا۔ کھا۔ ہاس سے وہاں سے ہر دھڑک۔ وہاں سے نوروز کھل گیا۔ کھٹے کا سر اور داخل ہوا۔ ہوا کی آواز صاف ستائی دینے لگی۔ میں دروازہ تیز کھولنے سے مریض کے سر کاٹے پٹھا۔

"سنا۔" میں نے مریض پر جک کر آہستہ سے پچھا، "آج تم نے کھا کھا تھا؟"

"کچ نہیں۔"

"کھلی؟"

مریض خاموش رہا۔

"کھلی تم نے کھا کھا تھا؟"

مریض ہر خاموش رہا۔

"کب سے ہو گے؟" میں نے زور دہنی سے پچھا۔

میری آواز ہر ظاہر مریض کو ستائی نہیں دی۔

"تم کب سے ہو گے؟" میں نے اپنا سوال دہرایا۔

مریض کی آنکھیں بند نہ ہو چکی تھیں لیکن وہ جوشی میں خفا اس کے ہوسے بوٹ چکے
ہوئے تھے۔ اب میں نے بہت نرم لہجے میں اس سے پوچھا

”تم نے کب سے کچر نہیں کھایا ہے؟“

مریض نے کوئی جواب نہیں دیا۔

دورانے گئے اور منہ ڈالنے کا بائپ دیا خانا دیا اور جہانمیں کے بھائی کشمر کو دوسرے
نومر لائوٹی پر رہی تھی۔ میں کچر دے گا جوشی کمرہ دیا۔ پھر پورے آگیا۔ اپنے کمرے میں کھانچا کر میں
نے سوچنے کی کوشش کی کہ بچے کیا کر رہے۔ میں نے اپنے بستر پر دستہ کر لکھے سے ٹپک لائی اور
دس بار دہرایا۔ بچے آج نہیں اپنے پیروں سے ٹھنک سوس ہو نہیں۔

شمالی رات دس بجی میں سے اُٹنے چلے سو گئے بچوں کی کمرہ ٹھنک سے میری آنکھ کھلی۔

میں اندر چلا اور آج نہیں پہنچا ہوا ٹپک اُڑا۔ ڈرائنگ روم کا دروازہ دبا کر سے نہ خفا۔ میں نے دروازہ
کھول کر اندر چلا۔ پھر میں برآمدے سے کھلے چلے دروازے سے ٹپک اُڑا۔ سونوں اور چٹانک
بھی کھول دیا خانا۔ میں نے چٹانک نہ کر دیا اور کچر دے میں کھڑا رہا۔ آٹھ بج تیرا جو کئی تھی۔ کچر کو
اپنے پیروں کے پاس کئے کی سوجھ بوجھ کی کامیابی ہو۔

آٹھ سو دو بجی نہیں۔ میں نے کئے سے کھانا اور برآمدے کی طرف دھڑکیا۔ برآمدے کا
دروازہ نہ کر کے میں پورے اپنے کمرے میں آگیا۔

بستر پر بیٹھتی ہی میرے جذبات بدلے بوجھ کئے۔ ایک لمبی میری زبانی پر آیا۔

”وہ بھی صاف سے مرعوب نہیں خانا۔“

پھر یہ لمبی طرفان کی مسلسل شکیں اختیار کر گئے۔

پھر بھی جادوس۔ تم نے انکار نہیں کیا۔ میں نے کھانا سو گیا۔

سلطان مظفر کا واقعہ نویس

سیرت الہیہ سے وہ چھوٹے ہیں۔ ایک اسلامی گائیک کے چھوٹے بچے آگاہ کیا کہ
لیکن وہ صحابہ کرام سے اس کی خدمت پہنچانے کے بعد میں اس کے لیے حرم کر رکھا تھا۔

F

ہیں اس کے نیچے آدم کو رہا تا کہ جگے ایک پر چاہیں حرکت کر لی نظر آتی اور سواں کا ایک
مخبرہ میرے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔ گھنٹوں کو پہنچنا مشکل نہیں ہوتا۔ گوہر جی کے پاس حضرت
جہانگیرؒ تھے۔ میں نے کئی بار سوچا کہ میرے نیچے کبک اس کے پاس کی میر جہیز کو اس کے رنگ اور
نوازش سے لے کر سواں کے دھاتوں تک کو، جو سے دیکھا اور یاد رہے وہیں پر نمودار ہوا۔ وہ
میر نے اس سامنے کو جاسوسی سے دیکھ رہا تھا اور اس کی آنکھوں میں دلی دلی حیرت نظر آ رہی تھی۔
آخر میں اس سے بات کر کے پر جہیز ہوا۔

کب میری وہ فکرم نہیں کرتی، میرے لئے ہے۔

ظاہر ہے، ہمارے اہل عرب اگر وہاں نہ جاتے کہ مجھ کو کھانے کے جو بھی تمہاری
تھے وہیں۔۔۔

الحمد لله رب العالمين

گمشدہ تیزی سے ڈانڈا، دولت کی ایک آہری جانی بلا سے اسے شہر کر چکی اور غلابہ چٹ
ہی آگئی۔ جب وہ وہاں پہنچا تو اس کے ہاتھ میں پتہ لگا گیا۔ غلابہ اسی لیے ہیں اس سے
پتہ لگ کر سے ہار گئی۔ کہ وہ اپنی کمری کا وہ جب گمشدہ کر سے چھوڑا آگے جو کہ وہاں اس
کے بچے بچے تھے۔

مجلس سے اعلام کے گروہ ایس آئے جو سے ہیں کے اپنی پرانی دولت کے مطابق ہزاروں

میری اہل و عیال میں بھی نہیں ہوئی کے سامنے میں خود آتی تھی۔ میں نے انہیں یہ سنا ہے
 سنا ہے کہ وہ اس کو مار رہے ہیں۔ میں نے اس کی بڑی حسرت نہیں۔ انہیں اسی وقت سے لیا کہ
 اس کی موت پر سنا ہے کہ اس کے لپٹے کے طرف سے تھی۔ اس کو مارا ہے کہ اس کو مارا ہے کہ
 بچتے بچتے میں اس کو مارا ہے کہ انہیں اپنے ہاتھ میں لیا ہے کہ اس کو مارا ہے کہ انہیں
 اس کو بچھڑی میں لے کر اس کے مارے ہیں۔ میں نے سنا ہے کہ اس کے بچھڑی میں لیا ہے کہ
 اس کی موت پر سنا ہے کہ اس کے لپٹے کے طرف سے تھی۔ اس کو مارا ہے کہ اس کو مارا ہے کہ
 اس کو بچھڑی میں لے کر اس کے مارے ہیں۔ میں نے سنا ہے کہ اس کے بچھڑی میں لیا ہے کہ

میں چند رات میں دو غصہ چوروں کو شہ پہنچا کر انہیں ادا چھوڑنے کے لئے آئی تو چوری کر رہا تھا۔ میں نے اسے ایک کے گرد سے لے کر اس کے گھر میں لے کر آجایا۔ وہ اپنے گھینٹے کی ہموٹی ہموٹی جیراؤں سے ڈی ڈی ہادی میں سر ہانک کر اسے دیکھ رہا تھا۔ میں نے اسے گھینٹے سے سیدھی ہوا لٹائی تھے کہ ہادی ہادی کے بچے ٹھکرے سے تھے۔ میں دو سو سے چار سو کی پانچوں پر ہادی کے گھینٹے اور دوا تھا کہ اس پر سناں کے گھنٹے کی پرچہ میں ہادی۔ میں نے پرچہ میں کو پتھر کے گھنٹے کو بوسہ میں اور بھلا۔ میں نے چار سو کو بھلا اور گھنٹے کے گرد گھیر دیا تھا۔ میں نے ایک ایک کے گھنٹے کو بوسہ میں لے کر آجایا۔

[illegible]

وہاں اسے انتظار کیا۔ کئی چھوٹے بازاروں میں دیکھ کر وہاں کی طریدہ طریدہ وقت کو دیکھتا ہوا میں بڑے بازار میں داخل ہوا۔ بازار فریب فریب و سیاہی تھا جیسا میں نے اسے آٹھری پر شہر دیکھا تھا۔ اونٹ نیچے وہاں پھلے سے زیادہ نظر آ رہا تھا۔ بازار وہاں کی سڑکوں کی طرف سے جگہوں میں بھی کوئی تبدیلی نہیں ہوتی تھی اس لیے میری نظر سب سے پہلے اس باغیچوں پر پڑی جو زمین پر پھول چڑھے تھے۔ ان کے پھل چھلکے تھے۔ ان کی لہکی لہکی تھیں۔ وہ جڑاوا باغیاں دکھائی نہیں دے رہا تھا جس سے میں بیوقوف اور کبھی کبھی فخروروس بھی۔ چودے طریدہ کرتا تھا۔ دوسرے باغیچوں کے درختوں وہ اپنے پال کو اس طرح ترتیب کے ساتھ تھا کہ درختوں کا کہ اس کے سامنے ایک چھوٹا سا باغ تھا جو اسٹوم ہوتا تھا۔ بازار کے دوسرے باغیچوں کی طرح وہ بھی سٹالی باغوں میں کام کرتا تھا۔ اور اس باغ میں پھولوں کو بازار میں لے آتا تھا۔ باغیچوں کی آرائشی ترتیب میں ضلیمہ پر اسے کی وجہ سے اٹھارہ بے جا ہاتھ تھے۔

بازار کے اس سرسبز حصے میں اس وقت میرے علاوہ صرف ایک کاکبک اور خدا۔ باغیچوں نے ہمیں دیکھتے ہی پکار پکار کر تھکتے پھولوں اور پھولوں کے نام گانا شروع کر دیے۔ یہاں کا دستور تھا۔ لیکن وہ جڑاوا باغیاں اس سونچوں پر خاموش رہتا تھا۔ اس وقت بھی میں نے دیکھا کہ ان پر ہاتھ سے باغیچوں کے جسم میں ایک آدھی جھپڑا ہے۔ میں اس کے سامنے جا کر کاکبک اور خاموشی کے ساتھ اپنے سامنے گئے جو اسے پھولوں کو ہر صبح سے نوحہ کر لے گا۔ میں نے زمین پر بیٹھ کر یہی ہی کچھ چودے اٹا کے دیکھے۔ پھر چہچہا۔

یہاں ایک جڑاوا جڑاوا کرتا تھا۔ پھولوں کو کھا کر۔

اس نے اذیت میں سر جڑاوا اور میں نے دیکھا کہ دوسرا کاکبک بھی میرے قریب آ کر بیٹھ گیا ہے۔ ایک بڑے زرد پھول کی دھنگڑا میں کو پھیر رہا ہے۔ میں نے نوچا وہاں باغیچوں کو ایک نظر دیکھ کر اس میں بیٹھنے والے باغیچوں سے سلامت کاٹھی کی۔

"تو خدا کوئی تھا؟" میں نے اس سے پوچھا۔

"ہوا۔" اس نے کہا۔

"تم بھی سٹالی باغ میں کام کرتے ہو؟"

اس نے ہر اذیت میں سر جڑاوا۔

"چوتھے چوڑا کی جگہ پر؟"

"بہاں کی جگہ پر۔" اس نے کہا۔

میں نے چودے بازار پر نظر دوڑائی اور پھر محسوس کیا کہ مجمع زیادہ ہو جانے کے ساتھ اس میں کوئی خاص تبدیلی نہیں ہوتی ہے۔ لیکن میرے بائیں جانب میں بڑے چوڑے پر ختم ہونے والے دیکھنے والے تھے۔ چودے چلنے سے کچھ زیادہ اونچا اسٹوم ہو رہا تھا اور اس کے کنارے جڑاوا سے کٹ گئے تھے۔ چوڑے پر مجمع بازار کے دوسرے حصوں سے زیادہ تھا۔ لیکن وہاں پھل بھی کچھ زیادہ رہتا تھا۔ میں پھر باغیچوں کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"بڑے درختوں کے چودے نہیں ہیں؟"

اس نے کچھ چودے ٹپک کر کے میرے سامنے دیکھ دیے۔ میں نے پھولوں کو سرسری طور پر اٹھ پٹ کر دیکھا۔ دوسرا کاکبک اب بھی زرد پھول کو پھیر رہا تھا اور اس کی وہ دھنگڑاں کچھ ٹپک آئی تھیں۔ لیکن وہ پھول کے پھلے میری طرف دیکھ رہا تھا۔

"تم اسے قریب کر رہے ہو۔" میں نے اس سے کہا۔

"نہیں نے لے لیا ہے۔" اس نے باغیچوں کو دیکھا اور پھول کے چودے کو کھینچ کر باہر نکال لیا۔

اس کے بعد بھی وہ وہیں بیٹھا رہا۔ کچھ لمباں جا کر کسی وجہ سے وہ میرے ساتھ ساتھ رہتا رہتا ہے۔ میں نے ایک بار اس کو حار سے دیکھا۔ لیکن اس کی صورت میری پہچانی ہوتی نہیں تھی۔

میں نے اپنی یادداشت پر زور دے کر اسے دیکھا لیکن اس میں کچھ اپنے کسی جانتے جاننے کی سادہ سادہ محسوس نہیں ہوتی۔ پھر بھی وہ بازار میری طرف دیکھ رہا تھا اس لیے مجھے ابھی ہی ہوتی اور میں گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر کھٹکے گا۔ لیکن اسی وقت میری نظر باغیچوں کے پھولوں میں سبز پھولوں کے ایک چھوٹے سے فیس پر پڑی۔ میں بیٹھ گیا۔ پھر خدا اور گھوم کر باغیچوں کے پھولوں میں آیا۔ میں نے ایک ایک چودے کو اٹھا کر دیکھا۔ پھر باغیچوں سے کہا۔

"اس کی جڑی نہیں ہیں۔"

"یہاں لے کے لے نہیں ہیں۔"

پھر "دوسرے گاہک نے پوچھا۔

لوگ نے ہانپے ہیں، باہلیاں لے کر۔ انہیں کھانے کے لیے۔ اور اس نے خاتون والے چار تہہ کی طرف اشارہ کیا۔

دوسرا گاہک اب میرے پاس ہی کھڑا تھا۔ اس نے جھک کر ہی میں سے دو تین چوسے اٹھائے اور باہلیاں سے پوچھا۔

اکیس میں کیا خاص بات ہے؟

زیر۔

اور میں سر کیا کہ چار تہہ پر کون لوگ تھکا دیکھا ہے۔ میں نے باہلیاں سے پوچھا۔

اپنے آپ سے پوچھا۔

چونکہ پھر آنے لگے ہیں؟

کیا؟ لوگ پہلے ہی آئے تھے؟ اس نے گھر سے پوچھا۔

وہ لوگ پہلے ہی آئے تھے۔ سمرانی کا سسکی خاور برساتی خاتون کے موسم میں ایک بار شہر کی طرف اس کا پیرا ہوتا تھا۔ وہ دوسرے سے لے کر سویرے تک ہوتا تھا دیکھنے سے تھکا ہوا۔ جب تک وہ چار تہہ پر سویرا نہ جھپٹے، دوسرے سے تھکا لوگوں کی طرف کوئی رخ نہ کرتا تھا، اس لیے کبھی کبھی دوسروں سے اس کا جھڑا ہی ہو جاتا جیسے خاتون کی ختم کر کے تھے۔

اور اس کا خاتون یا خا کوہ سب کچھ کیا جیتے تھے۔ خاتون کی اس کے لیے دھونڈو دھونڈو کر رہی بیڑیوں پر آئے تھیں اس کے خاتون میں کوئی اتنی جگہ کوئی جاوڑ بھی نہیں کھا سکتا تھا، لیکن وہ سمرانے کے ساتھ ہر چیز کھا جیتے اور اس کے ہر لے میں خاتونوں سے التماس پاتے تھے۔ لوگ ان کا خاتون دیکھ کر کبھی خٹخٹے نہیں پر چڑھا جاتے، کبھی خوفزدہ ہو کر جھپکے جھپکے تھکتے اور کبھی کدورت سے سوز پیر جھپٹے۔ اس خاتون سے کسی کسی خاتون کی کی طبیعت بگڑ جاتی اور اس کے ساتھی اسے جھک جاتا ہے، لیکن چار تہہ پر لگا ہوا کچھ دوسرے سے لے کر سویرے تک کسی بھی وقت گم نہ جاتا تھا۔

سمرانی صبح شروع ہونے سے کئی سو پہلے ہی اس لوگوں نے شہر میں آنا پھوڑا

دبا تھا اور ڈسے بازار کے چار تہہ پر کچھ گم رہنے لگا تھا۔ سمرانی صبح ختم ہونے کے بعد ہی لوگ نہیں آتے۔ جگہ جیسی خراب شہر میں اس کا خاتون کبھی دیکھنے میں نہیں آئے گا، لیکن اس وقت وہ خاتون دیکھا رہے تھے اور ڈسے بازار کے چار تہہ پر کچھ جھپٹے سے زیادہ تھا۔ اس جگہ میں سے وہ تین خاتون چار تہہ پر سے کچھ کھوسے اور آگے میں بھی خاتون کے ساتھ جھپٹے کی طرف آتے۔

تھکا "اس میں سے ایک نے پاتھ بڑھا کر باہلیاں سے کہا۔

دوسرے گاہک نے اپنے ہاتھ کے چوسے زمین پر ڈال دیے اور خاتونوں سے دوسرے پوروں کے ساتھ انہیں بھی سمیٹ لیا۔

خاتونوں کے واسطے ہانپنے کے بعد میں ہی سمرانے جگہ باہلیاں کی آواز سنائی دی۔

اس کے زجر کا کوئی فوڑ نہیں ہے، "دیکھو، ہاں، انہیں شہر کے چار تہہ نہیں لگا جاتا۔"

سیر سے گھر میں ایک کتا ہے۔ "میں خاتون والے چار تہہ کی طرف بڑھ گیا۔

۳

سویرا جھپٹے میں رہی وہ ختم۔ چار تہہ کے قریب پہنچ کر میں دیکھا۔ دوسرا گاہک میرے برابر سے ہوتا ہوا چار تہہ پر چڑھ گیا۔ میں نے اسے خاتونوں کی بیڑی میں گم ہونے دیکھا لیکن جب میں بازار سے آگے بڑھ کر سمرانے کے راستے پر آ کر دیکھا تو میرے اچھے اچھے چلی رہا تھا۔ میں جھوٹی کے ساتھ آگے بڑھا ہوا یہاں تک کہ شہر کی وہ ختم کے قریب پہنچی اور وہ پر سمرانے کا خاتون نظر آئے گا۔ میں دیکھ کر سہانے کے لیے ایک ہنسنے پر چڑھ گیا۔ گھر پر وہ میرے ساتھ گھڑا تھا۔ میں نے سمرانے کو اسے دیکھا۔ وہ بھی جھوٹی کے ساتھ جگہ دیکھ رہا تھا۔ آخر میں نے اس سے

پوچھا۔

کیا کچھ پہنچے ہو؟

اس نے میرے قریب کے پتھر پر دست کر انگڑائی سی لی۔
پہاٹے پر آئیں سنے پھر پہاڑ۔

سناں سکر کا دلہ لڑائی، اس نے سناں کرنے کے سے انہ لڑائی کیا، اس نے میرے
کے ہفتہ کا مال گھنے کے لیے ستر ہوا ہے جسے اس نے ہفتہ نہیں دیکھا۔
اس کے بعد وہاں پہاڑ جا گیا جسے اس نے گہکائی ہی نہ۔

سناں کا کارندہ میں نے سنا، اور اس سے پہاڑ
جگے اونٹ چنے کے لیے ستر ہوا ہے۔

نیکو وہ خود کسی خدمت میں دیکھا معلوم ہوا تھا، جسے اس کے ساتھ جسم ہی مجرور ہی معلوم
ہوئی۔

میں نہیں سمجھتا کہ کوئی گھنے ہوا دیکھنے پر قادر ہو جائی، اس نے کہا۔
صرف دیکھنے پر؟

اور اس پر کہ جب تو اس کی تصویر کا دلہ تو خود اس کی تاریخ تھی۔
جسے حیرت ہوئی اس لیے کہ اس کی عمر زیادہ نہیں معلوم ہوئی تھی۔

"سناں ستر؟" میں نے پہاڑ، "سورہ جو تم سے پہلے تھا؟"
مجھ سے پہلے کئی تھے۔

یہ سرائی سم کے نالے میں تھا۔
اسے عورتاں۔

اسی وقت سرائی طرف سے آئے ہوئے لوگوں کا ایک بڑا ہزارہ قریب سے گزرا۔ وہ
دو سر سے شیروں کے رہنے والے معلوم ہوئے تھے۔ ہر گز نہ دیکھتے گزرا۔ سرائی طرف ہوتا
ہوا جسے کوئی نہ نہیں آتا۔ گہرے رنگ ہوا ہے اس میں سناں ہوا، پھر اسوں پر عارضی دکائیں
لائے گئے اپنے اپنے دل کے ساتھ بیڑوں سے ہماری طرف آئے وہ کئی دے۔ ہمارے
قریب پہنچ کر ان میں سے ایک دوزار کے، نیکو ہوا وہیں کئی ہی طرف نہ دیکھ کر آگے بڑھ
گئے۔ ہر جگہ اسی تہہ چھتے سرائی ہوئے کہ اب سرائی سناں ہے۔ اسی وقت میرا سائی

اشکر مہر ہوا۔

"وقت ہو گیا، اس نے کہا اور سرائی طرف چل دیا۔

میں نے سورج کو دیکھتے ہوئے دیکھا اور اس کے برابر برابر چلتے تھے۔ ہم سرائی کے
ساتھ راستے کے سنے ہوئے سرائی کے مانچے تک آگئے۔ جگے دور پر ایک عمارت کا پہلو نظر آیا۔

اسی تک پہنچنے کے لیے ایک لمبی سیدھی سڑک تھادی گئی تھی۔ سڑک پر سرائی چھوٹی سرائی
کا طرف تھا جس کے دونوں کناروں پر نیچے نیچے ہی خانوں اور دیواریں اٹھائی گئی تھیں۔ سڑک

دونوں کناروں پر اتنی ڈھلوان تھی کہ اس پر سناں ہونے والی ریت دیواریں کے چلے خانوں سے
مستقل باہر گر رہی تھی، جیسے سڑک کی برسات میں مائیں سے پانی نکلتا ہے۔ ہم اس سڑک کو بھی

خانوں کے ساتھ چلے کر سنے رہے۔ میرا اب نظر نہیں آتا تھا اور سڑک رفت رفتہ بند ہوتی جا رہی
تھی یہاں تک کہ اس کا خانہ ایک سوچے چوتھے کی سیر میں پر ہوا۔ ہم سیر میں چڑھ کر

چوتھے پر چڑھ کر چوتھے کے دوسری جانب دیکھی ہی ایک سڑک شیش کی طرف جا رہی تھی۔
اسی سیدھی سڑک پر ریت آگئے، جہاں اس کی دونوں دیواریں قریب قریب ملتی ہوئی نظر آ رہی

تھیں۔ میرا اس کے راستے میں جا کر خانہ اور ایسا معلوم ہوا تھا کہ سڑک ایک ٹوک کی طرح اسے
بھرتی ہوئی سرائی کے قریب تک پہنچ گئی ہے۔

میں پھر شک نہ کیا تھا۔ سرائی کے گرم خیر نہ سیر کی شش کو دیکھا ہے تھے نیکو ہی
میں قریب آتی ہوئی کام کی ٹنگی بھی چالی ہوئے تھی اس لیے میں نے گہرے دور چوتھے پر

سناں کا بیٹا کیا۔ چوتھے کا سناں سرائی گرم خانہ بھی میں اس پر دست نہ تھا۔ میں دست
نہا۔ اسنے کا بیٹا سے ستر سے کی عمارت میں جسے کوئی انکھائی معلوم نہیں ہوا۔ اس کی کھار

معدہ صحت پر دیکھتے ہوئے سورج کی روشنی پڑ رہی تھی۔ میں نے کہا
اس کی صحت۔

"نہیں ہے، سیرا سائی ہو۔ صرف دور سے نظر آتی ہے۔"

"قریب چل کر دیکھیں۔"

"نہیں،" اس نے کہا۔ "سب تک گھر نہ آہائے۔"

گھر کے انتظام میں جو کچھ سہولت ملتی رہے گا وہ سب خوشامد ہے۔ میرا پہلا خاکہ وہی طرح کے آئے کاموں سے ہم آئے تھے، انہیں وہ مضامین کے چھپنے کے حکم کو آتا تھا کہ وہ اپنا نیا کام سے چھوڑ دے اور نئے پر چلے جائے۔ یہی کام میں ہرگز نہ سہانے ساتھ چھوڑا، آخرت سے چھپنے والے کام سے آئے آئے چھپا۔ ہر کام سے مضامین کا کھانا میرے ہاتھ سے ہم تھا۔ خواہی وہ میں جس کام کے چھپنے کے ساتھ کرتے تھے۔ یہی سبھی کاموں نے وہاں شروع کیا۔ وہیں کی رہائشی نے کچھ ٹھکانے کی تقریریں مل سکے۔ کچھ بے گھر کھانا اس نے اس طرف جان کر چھپنے کے مضامین دے دیا۔ یہ کچھ کہیں تو گئے یہاں کسی نے لاکھوں اس کا کام دیا جس سے وہاں کچھ لڑکا تھا جو بڑھ چکا تھا۔

یہی ملکہ کرنے کے بعد گولڈن جواہر نے کی مست بڑھا تھا کہ میں نے اس کے چہنہ پر ہاتھ

فوتے سب کچھ چارہ ہے، میں نے کہا، کبھی میں اسے دیکھ بھی ہوتا ہوں۔
 ہمیں چنگ کے کنارے داخل ہو گیا۔ مجھے سرفہرہ دیر لگی رہی اور میں اسے نظر آتیں۔ وہ بھی
 اپنی دیر میں تختہ بازیوں کے ایک دوسرے کے قریب آتیں، پر وہ سوچا نہیں۔ سب سے
 دیر دیر سب سے چنگے نہیں۔ یا نیم دوسرے کی قتل میں اضافی کئی نہیں اور یہی دور سے
 چست کا قریب دیر نہیں۔ دیر کی کثرت ہے، اور کچھ اس وجہ سے کہ سونے بچا ہوا چا تھا،
 مگر سے کہ اور نہ میرا وہ مجھ سے تھا اور اس پر چست کا نہ جانا کسی نہیں جانا تھا۔ دیر میں
 نے دوسرے کو کھینچ کر لیا، اور دیر کی جملہ جہازیں ہی بنادی تھیں جس کے ساتھ کہ کھانا کھانے نہ
 تھا۔ اور جب میں نے ہمارے کھانا چا دیکھا، راستہ نہیں دے گا، اسی لیے تو وہ دور سے میرے کو
 دیکھتے آتے تھے۔ میں اور کبھی نہ دیر میں جھنگ پر اور اسے کب کے گھر کے بچے کو نہ جانا
 تھا۔

کہیں جو ہم پر ہی ہوا تو اسے پرغفہ ہی لے گئیں سے میرا

2012/12/12

— 276 —

”میں نے شروع سے آخر تک سب دیکھا ہے، تو آپسے سے ہوا۔“

”تم نے اسے مہر میں آ کر بچھڑا دیا ہے۔“

— *W. J. G. S. J.*

”اے بھائی! میں صرف شہر کے لوگوں سے کام لیا کرتا تھا۔“

”یہ سچی باتیں ہیں۔“

www.elsevier.com/locate/jmb

Age Group	No opinion	Not a good idea	Good idea	Excellent idea
18-24	45%	15%	25%	15%
25-34	35%	20%	30%	15%
35-44	25%	25%	35%	15%
45-54	15%	30%	40%	15%
55-64	10%	35%	45%	10%
65+	5%	40%	50%	5%

کہا انھیں معلوم تھا کہ وہ عظیم رہنما کے ہیں۔

سید محمد علی شریعتی

کہ وہ سبھی کا حکم دے گا، جسے وہ چاہے گا۔

وہی کہ جس نے اسے اپنے لیے لیا ہے۔

میں نے اسے اس طرح کی باتوں سے متنبہ کیا۔

1000

Viewing

۱۰۔ محرم کی روایت کے پر مبنی سائنس کا مطالعہ ہے۔

...جہاں سے آپ کا شمار کسی عورت کے لیے۔

— *Journal of the American Medical Association*

عظیمہ شکیبہ اس تہذیب سے جہاں مصرانی عہدہ لایا تھا۔ لکھے میں کوئی مایہ نگر استغریٰ ہوا۔

100

اسی کے لئے کہ میرے قیامت سے میری طرف دیکھا اور بولا

بچے عیسائی اور مسلمانوں کے حکم پر اسے خود ہی رائے نہیں دیکھتا۔

—(۱۵) / (۱۶) = ۱۰۰ / ۱۰۰ = ۱

اس عجیب کھڑا۔ میں نے بغیر سے کی طرف ہائی جیٹی سرکل کو دیکھا۔ پھر میں آئی

جی سرنگ کہ۔۔۔ وہ توں سرانگیں ایک ہی نہیں، بلکہ اگر چہ وہ نہ جانتا تو وہ ایک ہی سرنگ تھی۔
 یہ چہ تو۔۔۔ میں نے چہ تو نے کے خوبصورت ترے جو سے سفید پتھروں پر رنگ کر

چھپا۔۔۔ یہ چہ تو پتھریں کیوں دکایا گیا ہے؟

آرام کر سنے کے لیے۔ اس نے جواب دیا۔

اس کے چہ؟

ظاہر ہے۔ اس نے کہا۔

اس کے نیچے کیا ہے؟

ریت۔

اس کی جگہ بھی سٹھان کے ستر کی تھی؟

نہیں، سٹھانی کا نہوں میں سے کسی نہ۔ وہ ہوا۔ مگر سٹھان ہی کے حکم سے۔

ظاہر ہے۔ میں نے بھی کہا۔

وہ بار بار سورج کی طرف دیکھ رہا تھا، اس لیے میں نے اس سے آخری سوال کیا۔

بلکہ یہ بات کیوں ضروری نہیں تاکہ حقیر سے جس جگہ کا پتہ اسٹھان میں ہے؟

میں نے وہ سب بتا دیا ہے جو بتانے کا مجھے حکم تھا، اس نے کہا، اور مجھے اس کے نیچے

میں خوبصورت کے ساتھ بلکے سے خوف کی آمیزش محسوس ہوئی۔ اس کے سوا تو میرے کچھ لکھ گئے وہ

میرا ہاتھ چھو نہیں سکتا، اور۔۔۔ وہ میرے سامنے کی طرف ہوا۔۔۔ تو کو اس کی کوئی بات نہ ہو گی۔

وہ چہ تو نے سے شہر کی طرف ہاٹنے والی سرنگ پر اتار کر اس کے ہاتھیں پتھریں کی دیوار پر ریت

چھین ہوا۔ اس کے ہاتھوں کی طرح پر ریت ہو گئی، ریت اس کے پیروں سے

منتظر ہو کر دیوار کے پچھلیوں سے تو، بھی تیزی کے ساتھ باہر گئے اگلی دیوار تک پہنچے جو سے سورج

کی روشنی میں اس کے ہمت سے ڈرتے بلکے پتھریوں کی طرف پچھتے نظر آتے۔

گواہ کے آخری جھٹکے کے بلکہ پہنچے سامنے کا وہ دیوار دکھائی دے۔ میں نے اس کی طرف فور

سے دوڑا۔ اس کی گردن لگی کچھ تھی۔ میں نے اس سے پوچھا۔

نہیں چہ پتھریں کھنکھانے لگی ہیں؟

کسی نے نہیں، وہ ہوا۔ میں نے صرف پتھرا ہے۔

نکشتا پڑتا ہے؟

اس نے کئی سطحوں کے نام گنا دیے۔

توڑنا پڑتا ہے؟

صرف ایک، صرانی مسم کی تاریخ۔

پھر کو صرانی مسم کے نام سے وہ سورج یاد آئے۔ وہ میرا وہ دشمن تھا، مجھے اس کی آواز یاد

آئی، وہ چہ اس کو جب وہ ریختا تھا تو اس کی آنکھیں اپنے آپ بند ہو جاتی تھیں۔

تم نے کہا تھا اسے مرنا پڑا، میں نے پوچھا۔

ہاں۔ صرانی مسم کی تاریخ سٹھان کو پتہ نہیں آئی تھی۔

لیکن وہ بہت چھانچا سورج تھا۔

اس نے تاریخ میں وہ سب کہہ دیا تھا جو صرانی مسم کے ساتھ تو میں نے لکھا تھا، وہ ہوا،

گھبراہٹ پھر ہوئی، یہ بات اس نے اپنی سٹھانی میں بھی لکھی تھی۔

سٹھانی میں؟ میں نے پوچھا، تو اس پر ان نام کیا تھا؟

نہیں، اس نے تاریخ میں وہ سب کہہ دیا تھا جو وہ تو میں نے لکھا تھا۔

اسے کسی طرح مرنا پڑا؟

کسی درخت کے زبرجست پھل کھا کر۔

سٹھان کے حکم سے؟

اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں نے پھر پوچھا۔

سٹھان کے حکم سے؟

سٹھان کے حکم سے وہ تاریخ اب میں کہہ رہا ہوں۔

وہ اب تیار ہے یاں ہے؟

اس نے اشارت میں سر ہلادیا۔

تو وہ تو وہ تو میں کا بیان بھی؟

تو اٹھ خدیں کا یہاں بھی۔"

"اے صالح نہیں کیا کیا؟"

"کیا ہاں ہے گا، جب میں تاریخ نگار سلطان کو پیش کروں گا۔ مجھے یقین دلایا گیا ہے۔"

"میں ایک گھر چکے ہو؟"

"سہرا میں سلطان کا ہنجر۔"

"...اور کھلے ہیں..."

"...وہاں کوئی قصہ نہیں تھا۔"

"میں نے سیرت سے اس کی طرف دیکھا، اور اس نے ایک ایک لفظ پر زور دے کر کہا:

"کوئی قصہ نہیں تھا، اور کھلے ہیں کوئی حیرت نہیں تھی۔"

"میں نے کور زبانی سیرت سے اس کی طرف دیکھا۔"

"خبر نے کہا ہے، وہ نیز آواز میں ہوا۔" اس نے نہیں لکھا۔ مجھے اس کا حق دیا گیا

ہے۔"

"اس لیے یہ قصہ فرض بھی ہے،" میں نے وہی آواز میں کہا۔

"اگر میں اس کی، صبر کی بات کہیں کر رہے ہیں؟" اس نے کہا۔ پھر مجھے چار ترسے کے

"سنگی دشت پر پھٹے ہوئے کوسیری طرف بڑھا اور چلی گئی۔ وہاں میں جہاں وہ میرا سوجا ہے گا۔"

"میں اس کی، میں اس کی، میں اس کے کہا۔" شاید یہاں مجھے سمجھا جائے۔"

"آج ہی سے لکھا شروع کر دو گے؟"

"نہیں۔" کافر مجھے کل میں سنے، میں نے کہا، پھر اسے بتایا، "تو اٹھ خدیں سلطان کا قصہ

پر جاتی ہے۔" کافر نہیں، یہی میں نے نہیں لکھا، یہ میرا نہیں ہے کی اور وہی کہ نہیں دے

جائیں گے۔"

"اسے یہ بات وقت مجھے پہل نہیں رہا کہ اس کے پاس ایک دھڑ خدیں کا یہاں سوجو

ہے، اور خود وہ تاریخ نگار شروع کر چکا ہے۔ اس نے میری بات کو بے غرضی سے حل، اس کی

کے وہ مجھ سے ملے ملا سنا تھا، لیکن اب اس نے میرے پر زور دیا کہ میرے کتے کے پر ہاتھ

دکھا، اور ان کو دیکھ لیتے ہیں جوت

"اسی صبر سے کاہنہ... کہا ایسا نہیں جو سکتا کہ ہم وہاں اس کے بٹنے کا حال ساتھ ساتھ

لکھیں؟"

"پھر نہیں، یہی وہی صفا میں سمجھا پڑے گا کہ تم نے وہ سب حوذا ہے جو صبر سے کی

صبر کے دھڑ خدیں نے لکھا تھا۔"

"وہ کچھ در کم سمجھا رہا، پھر میرے کتے سے پر زور دے کر اٹھ کھڑا ہوا اور جوتا

"بگڑے رہا وہی ہے۔"

"خدا کا کام میرے بعد شروع ہو گا، میں نے کہا، "اسی آرام کو۔"

"اور تم، میں رہو گے؟" اس نے کور سے کوریش کے ساتھ کہا۔ یہاں رات کو خدیں کا دھڑ

جواہلی ہے۔"

"میں برداشت کروں گا، میں نے کہا۔" نہیں تو صبر سے کے اندر پڑا ہوں گا۔"

"اس وقت نہ مجھے خیال آیا اور نہ ظاہر اسے، کہ صبر سے کی معرفت وہ لوہی ہیں۔"

"اس کے ہاتھ ہی صبر میں آج صبر، جبکہ شروع ہوا اور میرے ساتھ صبر سے کی حیرت

ذمہ دار تھی۔ میں کئی بار سوجا کی کر زرا آرام سے چڑھا گیا، اب صرف اس کا صبر سے جاتا کہ سناٹے

"کوئی حیرت ہے جو اس حیرت کی وجہ سے مجھ کو ہراس نہیں جو رہا تھا کہ میں صبر میں ہوں۔"

"کچھ در کم یہ حیرت ایک بہت بڑے دھڑ کی طرف رہ گئی اور دیکھنے والے کا قصہ اسے کوئی بھی

شکل دے سکتا تھا۔ میرے قصہ نے اسے لکھنے کی شکل دی اور دیکھنے دیکھنے مجھے اس کا قصہ اور

صبر نگار آئے تھی۔ شہر کی جھیلوں پر سے وہاں سے لے کر صبر کی پرتوں کے ہوں کی

سنتا بہت میرے قریب سے جاتی رہی اور علی گئی اور مجھے سلطان کی صبر کی مسماہ آئے تھی۔

"میں نے اسے سمجھا پایا، لیکن یہ بے سود تھا۔"

لیکن اہانک اس کی آواز میں کئی اور انسانی آوازوں کی جلی ہو گئیں۔ اور اسی وقت بکے فصیل پر صرغائی پرندوں کا جھرمٹ سا نظر آیا۔ کارندہ سے کی آواز کی طرف سے تیروں کی سنسنی ستانی دی اور پردوں کے کئی بکے خود سے بند ہو کر فصیل کے چھکے الٹ گئے لیکن اتنی ہی دور میں بکے ص کے خچے آسمان کے پھر سے نظر آ گئے تھے۔ پھر سلطان کی آواز بلند ہوئی۔

”اس کی گھنٹیاں گئی پردوں کی ہیں۔“

اسے کوئی جواب نہیں ملا اور اس کی آواز پھر بلند ہوئی۔

”یہ کہی کے بند ہیں۔“

جواب میں کماؤں کی رنگ اور تیروں کی سنسنی ستانی دی اور فصیل کے چھکے پردوں کی گھنٹیاں جلدی جلدی دھڑکنے لگیں اور غائب ہو جانے لگیں۔

”اب کیا حال ہے؟“ سلطان نے پکار کر پوچھا لیکن وہ غایب ایسے سو گھنٹوں پر جواب نہ دے سکا۔ مادی خدا۔ وہ آہستہ آہستہ بڑھتا جا رہا تھا۔ پڑھی ہوئی عورت کے سر جھانکے پہاڑ۔ گہرے رنگ اسے غور سے دیکھتا رہا۔ پھر جھکا اور عورت کو ایک باغ میں قریب قریب لے جانے لگا۔

”اب تیرے لیے۔“ اس نے فرمائی ہوئی سرگوشی میں کہا۔ ”اب تیرے لیے۔“

اس کی سرگوشی بھر کر بولنے کے بعد جو ستانی دی اور اس وقت میری نظر پہلے بار عورت کے چہرے گئے جو سے پھر سے پڑھی۔ شاید نہ آنکھوں کی وجہ سے وہ بکے صری ہوئی سی معلوم ہوئی۔ سلطان اس کو بے جوش اس طرف گھبراہٹ سے کارندہ کی آواز آتی تھی۔

”اسے چمت کے خچے گھنٹیں تھیں۔“ اس نے پوری آواز سے کہا۔

عورت کا بدن بکے سے خراخرا رہا اور اس نے آنکھیں کھول دیں۔ گہرے رنگ وہ بے فصیل کے اندر آئیں سلطان کے پھر سے کی طرف دیکھتی رہی۔ سلطان کی گھبراہٹ ہوئی آنکھوں میں اہانک پیدا ہو جانے والی شگ کی سنے پڑھا اس پر کوئی اثر نہیں کیا۔ اس نے آہستہ لیکن مضبوطی کے ساتھ خود کو سلطان کی گرفت سے پھر اٹھا اور بکے صریوں سے کارندہ کی آواز کی سمت چلی۔ لیکن سلطان نے دیکھ کر اتنی ہی آہستہ اور مضبوطی کے ساتھ اٹے پڑھا اور پھر پوری آواز سے کہا۔

”تو نہیں پہنچوگے۔“

سلطان غصہ کرتے ہوئے اس پر نہ دے گا کہ اس میں کوئی اور خدا کو فصیل سے بہت دور پرست کا ایک پہاڑ سا اٹھا اور آہستہ آہستہ سرگوشیوں کے قریب آئے گا۔ اور اس پر کارندہ کی آواز میں نے باطل صاف ستی۔

”گھر جاتے دو جاوے۔“ اور کہا خدا۔ ”اب کھلی جگہ پر غصہ نہ کھیک نہیں۔“

”میں ابھی نہیں جاؤں گا۔“ سلطان نے جواب دیا۔ ”میں گھبراہٹا ہوں۔“

”تم سے کچھ دور اندر بیچو دی جائے۔“

”ابھی نہیں رہے گی۔“

”تو یہ وہ اسے روکنا چاہیں۔“

”نہیں چاہیں گے۔“ سلطان نے بڑے اعتماد کے ساتھ کہا۔

جواب میں کارندہ نے گھر کھانا صرغ کیا خدا کو اس کی آواز جہاں کے شور میں ڈب گئی۔ گرم فیبروں سے بھر دی ہوئی جگہ پر بیٹھے رہا اور شور کو دیا لیکن جس نے سلطان کا خدا کو وہاں باغوں سے وہاں خود کو پھر کے پھر سے کی طرف فری پر بولا۔ بکے ص کی ابھی مشق تھی، لیکن آواز ہوئی بہت سے پھر پھر پھر خدا۔ کرنا سے جو سے ڈانٹے بکے اپنے پہاڑ میں دو گروں سے جو کر پھر شک ڈانٹے جو سے صوم ہوئے۔ وہ پھر جگہ جگہ سے وہ نہ جگہ کی تھی اور بہت کا دال جو اور پڑا خدا۔ فصیل سے قریب قریب ہی گیا خدا۔ جہاں کا اثر اس پر ہی خدا۔ وہ کبھی دوتا، کبھی اُپر نہ، کبھی دوسر جھکا، کبھی اُپر نہ، کبھی دہی جگہ پر ایک بہت بڑے جگہ سے کی طرح گھومتے گھومتے خدا۔ پھر اس کے چھکے سے کئی خیر آئے اور سلطان کے پیروں کے پاس آ گئے۔ سلطان نے اسی گھنٹوں کے ساتھ جو خدا کو سو گھنٹوں میں بیٹھ اس کے پھر سے پڑھا آئے گھنٹا خدا، جگہ پر ایک خیر دیا اور گہرے رنگ اس کے پہاڑ کو الٹ پھٹ کر دیکھتا رہا۔ اس نے باقی تیروں کو اپنی جگہ پر کارندہ گھومتے ایک نظر دیکھ اور باغ خدا کا تیر کارندہ سے کی آواز کی طرف پھونک کر بولا۔

”اس پر طوفی کیا ہے؟“

”گہرے پھر کارندہ سے کی آواز آئی۔“

”وہ جلد تیر سے اور غریب غایب۔“

اس کی بات پوری بھی نہیں ہوئی تھی کہ وہ نہیں رہیں گے سر سے اس کے گھروں میں آ کر رہے۔ اس نے صورت کی گھر کاٹھن کو کس کو پتہ نہ تھا۔ بچے بڑوں کی جلی تک سہائی دی۔ پھر میں نے رنجوں کو گھٹے دیکھا، لیکن اس کے ساتھ میری نظر فصیل کی طرف اٹھ گئی۔ ریت کا پانی فصیل کے اوپر رکھا جو اسٹومچ پر تھا، تھیں کی آواز ہوا کی آواز پر غالب تھی اور اہل کے چپکے اور سننے اور غالب بننے جو سے یہاں کے چپکے صاف نظر نہیں آتے تھے۔ میں نے پھر بہت کو دیکھا۔ سلطان وہاں لٹا کھڑا ہوا تھا۔ ایک ہاتھ دوسرے ٹانگے پر، دیکھے جو سے وہ کسی خبر کا متکر سلوم ہوا تھا۔

اس وقت چپکے گھر پر کو وہ صبح ہوا کہ میں خواب دیکھ رہا ہوں، لیکن ابھی کے جدا ایک تھیں اسیر سے منہ پر ڈھانچا گرم ریت میری کھلی ہوئی آنکھوں میں گھسی گئی۔ میں نے سر جھکا دیا اور ابھی آنکھوں سے پانی پھٹا دیا تھا۔ ایک کہ اس کے ساتھ ریت کے سارے ڈھانچے مل گئے اور میں پھر سے دیکھنے کے قابل ہوا۔ اتنی ہی دیر میں جو اچھی ہو گئی تھی، ریت کا پانی غالب تھا اور فصیل کے چپکے صاف آسمان کے سوا کچھ نہ تھا۔ سلطان اسی طرف صاف صاف کھڑا تھا۔ آخر کار وہ نے کی آواز آتی جس کے ساتھ کئی آوازیں چلی تھیں جو سلطان کو سر کے سر پر بننے کی سہارا دیکھ دے رہی تھیں۔ سلطان نے ایک ہاتھ اوپر اٹھا کر سہارا دیکھ لیا۔ دیکھا کہ ایک دھڑک دھڑک رہا تھا، پھر ہوا۔

میرا ہی سر۔

وہ بچے پر گئی ہوا کہ وہ جو سے غالب ہے، اور بہت پر سلطان کے سوا کسی اور کو نہ دیکھ کر بچے پر لگائی چلیں ہیں یہ قاسم کی ہوا لیکن وہ میری جانب نہیں دیکھ رہا تھا۔

سب غم کے متکر ہیں، کارہ سے کی آواز کے۔

”ابھی، سلطان نے جواب دیا، پھر لڑکے کو بولی، میرا اسے دیکھو، وہ بھی ساتھ جانے کی۔“

”وہ۔“ کارہ سے کی دھشت زور آواز آئی، ”سود ختم ہو گئی۔“

سلطان نے فصیل سے دھڑکائی۔

کس طرف؟ اس نے پوچھا۔

”بچل کر۔“

”کیا کوئی بہت کر گئی؟“ سلطان نے پوچھا اور کئی گھم آگے بڑھ آیا۔

”نہیں ابھی تک پر ہیں،“ آواز آئی، لیکن وہ بچل کر مری ہے۔ اس کے پھر سے سے پہاڑی سلوم ہوتا ہے، اس کا پھر۔“

”ابھی، سلطان نے بات کاٹ کر کہا، ”رات بننے سے پہلے گھر چلی جا رہا ہے۔“

”اور وہ؟“

سلطان نے آواز کی طرف دیکھا، میرے سر کی طرف دیکھا، گردن سوز کر فصیل کی طرف دیکھا، پھر شفقت آواز میں ہوا۔

”اسے سہارا میں ڈال دو۔“ گھر میں وہ پھر ریت جا رہا ہے کی۔“

۵

گھٹے جو سے صوفی کی دھشتی بچے ریت کی گھروں پر دوڑتی دیکھائی دی۔ متبرہ میرے ساتھ تھا۔ رات پھر غصی میں چوڑے سے پچھتے پچھتے میرا جسم اٹکا تھا۔ میں نے صوفی کے گھر پہنچنے کا انتظار کیا اور جب میرا پانی نہا گرم ہو گیا تو میں نے ایک ہار پر متبرہ کو قابض سے ہا کر دیکھا، وہاں کے دانے کو دھاتی میں دیکھنے جو سے میں اس کے چانک میں داخل ہوا اور یکدم اسے میں ابھی ہوئی آخری دھڑکیوں تک دھکا دیا۔ ایک ہار پر بچے شہ ہوا کہ اس میں اس جرن کے پتھر استعمال ہوئے ہیں جس کے فرش پر جہ کو صوفی صوفی کی ہاتھ نہ جس کے لیے بنایا گیا تھا اور وہاں میں نے کچھ نہیں لکھا تھا۔ صوفی صوفی میں نے اپنے گھر کے باغ میں جوش کر لکھی تھی جہاں اس وقت تک کوئی بھی سادہ اور وقت نہیں تھا۔ اور اس دھڑکی میں ڈھانچا نہ تھی جوئی یا نہیں نہیں جہ کو میں نے آنکھوں دیکھے متبرہ کی طرف جہاں کہا تھا، اس میں وہ بھی تھا جو میں نے سر میں پچھتے پچھتے ابھی آنکھوں سے دیکھا تھا جس کی وجہ سے ایک سلطان صوفی کو جو میرا اسودہ دھشت تھا،



وہ سب بچے اس صحنہ کی تصویر کا وہ نقشہ لکھنا چاہتے ہیں جسے تصویر چاہنے نہیں دیکھا تھا۔ ان کے ہاتھ کالہ بچے گھس نے ہیں، انہیں اس کو مانا جا رہا ہے، وہی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔ بچے نیا صفائی سوئے ہوئے اس کی گھر مری پا آتی ہیں، تہمت تہمت چلتا ہوا صحنہ کے چاہک سے باہر آ گیا۔ ہوا کے پتے سے صحنہ کے کھنڈر چلتے، جو نہیں تھکے، جو سب سے مستحکم جوری تھی۔ میں دوسری طرف دیکھ کر سڑک پر اتار دیتا تھا۔ راستے میں بچے آنکھوں کے چھوٹے چھوٹے جھٹے سے جھڑک دیتے صحنہ کی سیر کو آ رہے تھے۔ میرے چار مہرانی پرندوں کے ٹھٹھٹھے چہرے پر سیر کی جھبھوں کی طرف ہمارے تھے۔ میں کسی بھی طرف دیکھنے صحنہ کے باہر ہو چوتھے ہاتھوں سے ہوتا تھا۔ اپنے گھر میں داخل ہو گیا، جہاں صفائی کا کارندہ صحنہ لکھ رہا تھا۔ اس نے صفائی کے صحنہ کی صفائی کا ہاتھ میرے ساتھ میں ڈھک دیا۔ مجھ کو اس نے ایک ساتھ کاٹھان کو کٹا اور کارندہ وہی لگا رہا۔

یہ سب شروع سے آخر تک ہیں نے سناؤں کے صریح کاغذوں پر لکھا ہے جو آج کے مجھ کو دے گئے ہیں۔ وہ آج کے مجھ سے پہلے ہائیں گئے۔ وہ دلوں کو اس کے کاغذوں کو اپنے صرف میں نے آج ایک تاجرم سے جس کی سزا میں تھی جاتا ہے۔ سناؤں کو سزا میں زیادہ کرنے کا سبب بھی ہے۔ وہ جس سے کسی سزاؤں کی بھی دلوں کو نہیں کی ہے۔ لیکن اب مجھ کو حکم دیا ہے کہ سناؤں کے صریح کاغذوں کو بھی لکھیں۔ اور میں سمجھاؤں کہ میں نے اس حکم کی بھی تعمیل کر دی ہے۔ ان کا جائز سناؤں کے دور کی بہت سی آغوں کے ساتھ ہیں دلوں کے کاغذ سے بھی بھری رہا ہوں۔ دینی دار سناؤں کی ذمہ داری میں نہیں رہا۔ لیکن اس ساری ذمہ داری کا حاصل جہیز کی شکل کا دار دقت ہے جس کے نیچے میں نے بہت آرام کیا ہے۔ اس کی جڑ سے لے بھول گیا۔ اور بھول کے بھگتے سے لے کر سناؤں کے گودے تک ہر چیز میں اور ہر چیز سے۔ دار دقت اسی طرح اس کے ساتھ میں چلا آئی ہے۔

در

Surely we are all mad people, and they
whom we think are, are not.

- Cyril Taurineur

ہر گچ نہ آتی عزیزیں در طرانی
شب کی گئی بستان آج باری
وہ آتی گئی رات کو غمگین
کچھ گئی در دستِ غمگین
۔۔۔ ہر گچ نہ

نکولی دلو غلغلم

گروٹی نہ مست ہالی ہیں یہ ہے کہ آج بکے آپ کی حکمتِ آند کاظم
جواو نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ میر سے دادا جانی در غم کے ویران
آشنائی ہیں ہیں اور ہم لوگوں کے حالات سے یہ طوطی دانست ہیں۔ آپ
کو یہ بھی معلوم ہوا کہ گروہ در غم کی حالت کے بعد جانی صاحب قند ہر
ان کی اہلیہ سے میر خیم کے ساتھ کسی قسم کا سلوک روا رکھا ہے۔ بلکہ کو
جوان اپنے کار میں کہ کہ نام کرتے ہیں اور بہت ہر گچ نہ آتی نہیں دچتہ
ہیں اور کسی کبھی بکے کھاتے ہیں زہر کا کہ دچتہ ہیں تاکہ ہیں کبھی خود
جہاں۔ اور کھانے کے سب دکان دہریں کو سینگ کر دیا ہے کہ بکے سو دنا دوا
کری۔ اور میر سے ہنوتی صاحب بھی بکے یہ نام کرتے ہیں۔ آخر نے جانا
نوی سے اہلی طرانی کہیں گاہ۔ اور ہی کے پھوٹے جانی صاحب بھی بکے
یہ نام کرتے ہیں۔ اور ان دونوں نے اپنے ہاوس میر سے کچھ کار کھے
ہیں۔ اور بھی میر سے بہت سے دشمن ہیں۔ آج سو رہے آپ کی آند کی
طیر ہتے ہی ہیں آپ سے ملنے آ رہا تھا تو دشمن ایک ترکہ پر میرا بچھا

یہاں سا سہواں ہاتھ کاٹا پر سے جتا اور موٹی اٹھلی، جس میں چاندنی کا ہر ایک سا چہرہ پر چھایا تھا، غم کے
ایک ایک خطہ پر رنگ رنگ کر آگے بڑھتے گئی۔

اور اس پر بھی ہوتی کہ وہ جینٹلمن کے لئے خاص سے دروازہ بنی۔ سرکاری بھی اور عام ہوتا تھا کہ کچھ دور
پہلے گیلیا کی جگہ کو بادشاہ نہیں ہوتی تھی۔ سنا کے کی کیفیت معلوم سے کچھ زیادہ تھی اس لیے
کہ اس میں عام نہیں ہوتی تھی۔ لیکن اب وہ سے جاسوسی کو ڈرنے والی ایک آواز آ کر صراحت ہوئی۔ یہ
ایک ایک خاص کے لئے۔ کوئی شخص جو شاہی کھانا رکھتا تھا اس سے داخل بیٹھ رہا تھا۔ خود اسے
خود اسے دے گئے تھے۔ یہ کہ جس سے کوئی رنگ کے پرچہ ہمارے ملک کو منتقل ہونے لگا۔ ہمارے
رنگے سے آگے لے جاتی۔ دیکھتے دیکھتے ہاتھ میں تبدیلی پیدا ہوئی۔ اس میں سرگرم پر ہونے
والی تھیں اس کے دروازے سے صحت خاص کے پرچہ خود اسے ہر پرچہ ہونے کے لیے گئے کی
طرف دوزخ سے۔ زمین پر ہونے سے پرچہ آگیا تاہم اس لیے کہ اسے اب رنگے کے گڑھاں کا
انہوں کا ایک۔ اس میں بھی کچھ اور۔ کہ وہ یہ اور عام ہوتا تھا جیسے مشائی کے گڑھے پر چہاں ہوں کا
معلوم ہو۔

رنگے میں سے ایک اور کوئی رنگ کا پرچہ ہمارے ملک کو رہا میں داخل ہوا۔ جس کے سروں پر سے
ہوتا ہوا آگے بڑھتا تھا۔ اس کے ساتھ رنگے کی رفتار تیز ہوتی اور ٹھیک اسی وقت رنگے کے قریب
والی گلی سے ایک بادشاہ پانی صورت پر آتا ہوتا۔ یہ میں پر ہونے پر رنگے کو سنبھالتی ہوتی
وہ آگے بڑھی۔ رنگے کے اگلے سامنے لڑنے سے پرچہ کو اس نے ڈھکی پٹی کے ساتھ دو غصے
ہاتھوں سے پکڑنے کی کوشش کی اور اس کوشش میں رنگے کو دھنواں کر گئی۔ اگلے چھپ کے بھی سی مگر
سے وہ زمین پر آ رہی وہ وہ نہیں لگا رہتی کے ساتھ اڑ کر مٹی ہوئی۔ پرچہ اس کے ہاتھوں سے
اقل کر آگے بڑھتا تھا اور اس کے لئے یہ ہمارے سرگرم پر لٹا ہوا تھا۔ داخل کی آواز اور رنگے
کی باتیں تھیں کہ گئی اور اب صورت پر تھا لپکا کر رنگے واسطے سے لڑی تھی۔ وہ سے اس کی آواز
نہیں سنائی دے رہی تھی لیکن اس کے ہاتھوں کی جھنجھٹ سے سمجھنے کے لیے کافی تھیں کہ اس کی
زبان سے کسی فوجیت کے الفاظ لاہور سے ہیں۔

گلی میں سے ایک شخص آئیں کریم کی گلیاں ہمارے سرگرم پر آیا۔ وہ وہ اٹھیں سے آئیں
کریم کے چھٹے گئے کو بہت سنبھال کر پکڑے جو سے آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہا تھا۔ وہ تھا آئیں
کریم تیزی سے گھل رہی تھی اور وہ خودی خودی دور ہر منہ ہوتا تھا کہ گھٹتی ہوئی آئیں کریم کے

ظہار سے اپنی زبان پر لٹا ہوتا تھا۔ ہر آئیں کریم کو ہمارے ہی نظروں سے دیکھ کر گھبراہٹ ہوتا تھا۔ گھبراہٹ
تھا کہ سب وہ کھتی ہوتی رہ گئی ہے۔ ہر وہ وہ وہ کے نظروں کو آئیں کریم کے سر سے ٹک آئے
وہ تھا۔ ہر جلدی سے سر چپکے کے آئیں کریم کو اپنے گھلے ہوئے منہ کے اوپر لٹا ہوتا۔ اس نے
بالوں کو خوب نیل اور ہائی ٹیڈ کر چپکے کی طرف منہ کر رکھا تھا جس کی وجہ سے اس کا ہر دست سنا
ہو عام ہوتا تھا۔

گلی آٹا اس نے دائروں کے لیے جس آئیں کریم سے کہا کہ منہ اوپر اٹھاؤ۔ لیکن اب اس
کے ہاتھ میں حال تھا۔ اس کے ہر سے پر ایک بالی سا آکر پڑ گیا۔ اس نے تپ کر پھٹے اوپر
پر چپکے ٹک کی اور دیکھا کہ آئیں کریم وہیں پر کر کر کر اس کے ہر سے گلی گئی ہے۔ اس کی
گاہوں میں بال ہر کو ہمارے بھیجی اور غائب ہو گئی۔ اس نے آئیں کریم کے چھٹے گئے کو جلدی
جلدی وہ میں پر چھڑا۔ ہر اسے پہونک کر گلی کی طرف نکلا۔

تو جانی! اس نے فیس کی جیب میں ہاتھ ڈالنے سے آواز دی۔ کو جانی آئیں کریم!
لیکن طوطہ طوطہ اس کے قدم کھیلنے پڑ گئے۔ اس نے جیب سے ہاتھ نکال لیا۔ گھر گھر تک
نہیں گھرا رہا۔ لہذا اس کی آنکھیں شرم سے گھٹی۔ بچے سرگرم پر آکر اس نے آسمان کی طرف
دیکھا۔ آسمان پر طاری جہاز سے آواز وہ وہ میں قدم ایک طرف چلا۔ ہر دوسری طرف۔ ہر
تیسری طرف۔ جیسے پتہ کا ٹھکانہ کر رہا ہو۔ آخر ایک پتہ پر وہ ہم کر رہا ہو گیا۔ اس نے ہاتھ سارے خود
اور لپکا لپکا جس کی وجہ سے اس کی گردن بہت جلدی معلوم ہونے لگی۔

ایک آواز پڑی۔ آواز تھپا۔
ہر وہ آئیں کریم کے دھننے کے پاس پہنچا۔ زمین پر چٹک کر اس نے دھننے کے گڑھاں
سے دائروں کا پتہ۔ ہر چھپنے پر ہاتھ ہاتھ کر سیدھا گھبرا ہوا گیا۔ اس کی آنکھیں نہ ج میں اور نہ ہونے
سب کی طرح منہ سے نظروں کا فوارہ سا جاری ہو گیا۔ بہت چپکے ریل پڑتی صورت کے ہاتھوں کی
جھنجھٹیں اس نظروں سے ہم آہنگ ہو رہی تھیں۔ لیکن آوازوں کا جھگڑا ختم ہوا۔ رکتا آگے بڑھا اور
داخل ہر پھٹے گا۔ اس کے ساتھ ہی سرگرم پر گڑھے سے اس شخص کی حالت میں ٹھہر رہا ہوا۔
اس کے ہاتھ بچنے گئے۔ آنکھیں گھٹی۔ جھپٹیں اور نکڑ گھٹی۔ اس نے گردن گھما کر رنگے کی

طاف دی۔ حیرت کے ساتھ سے ٹھوکر لگائی پر ہم نہیں پر وہ ٹھوکر اسید جاس کی طرف تھا آ رہا تھا۔
اس نے پتے پر گویا اور پتے پر کہ اس کے کواچک گیا۔ پر ہم اس کے چروٹی کے قریب آ رہا تو
اس نے جھپٹ کر اسے ٹٹھی میں دھجی دیا۔ دھشت زور لگاؤں سے چاروں طرف دیکر کہ اس نے
پر ہم دینی جیب میں رکھ لیا۔ اب اس کی ٹٹھی قریب آئے جس سے رکتے پر لگی ہوئی تھیں۔ دھول
کی آواز گونڈا زبے فصاحت سے ہی رہا تھا اور اس کا سر دھیر سے دھیر سے ہل رہا تھا جیسے اعلان
پر ڈانٹنے کی ایک ایک ضرب کا مطلب اس کی سمجھ میں نہ آ رہا۔ وہ لڑکھائی کے قریب آ کر
گھڑ گیا لیکن اس کی صورت میں طاق نہ آ رہا اس نے سپرد رنگ کی ای کار کی طرف بھی توجہ نہیں
کی جو ابھی ابھی اس کے قریب آ کر رکھی تھی۔

”جانی صاحبہ۔ ذرا سچلے گا۔ کار کے اندر سے کسی نے کہا تو اس نے نہیں سنا۔ جب
فوسری رہا اسے تو زبانی کہی تو وہ نہ اس نے ایک ٹھوکر کی طرف دیکھا اور پھر دوسری کے اندر
میں داخلہ کھینچ لیا۔ کار آگے دھڑکی اور وہ پھر دھول کی ڈھائی ہوئی آواز میں لگ رہا تھا۔ لیکن اب
سڑک پر آ کر دھشت ڈھنسنے لگی تھی۔ سڑکیں صاف دھیر لگیوں میں سے جھنڈ کاڑنا اسی طرف تھا وہ ص
وہ سپرد کار کی تھی۔

”اچھا۔ پر سو نہیں لائے اس کے قریب سے ہو کر گزرتے ہو تو اس کے بڑھنے کے
پھر پھر کاٹ کر دوسری آگے۔ انھوں نے اسے اپنے کھیرے میں لے لیا اور گھوڑے تک اس کی
صورت کو دیکھیں سے روکتے رہے۔ پھر باتیں شروع ہوئیں۔

”رات جانی صاحبہ! کار کے اندر سے ٹٹھی میں نہیں دھول ڈھنسنے پر۔ یہ میں فور نہیں
آگے جاتے جو۔“

”جانی جانی“

”جانی جانی کی سیر کر رہے ہو؟“

”جانی جانی صاحبہ!“

”خیر وہ کار۔ گھوڑے تک۔ اسے حیرت سے ایک ایک کا سفر نکھار رہا۔ پر اس کی آنکھوں
میں شگاف کی کی جھلک رہی تھی۔ اس نے کوئی خاموشی پر غور کرنے کے اندر میں دھنسنے لگا۔

”پتہ آ رہا تھا!“

”پتہ آ رہا تھا؟“

”جانی کی کھیر۔ یہ دیکھو۔ اس نے جیب سے لگائی پر ہم لگا۔“ یہ بھی آیا ہے؟“

”اچھا۔ لیکن یہ کھیں۔ کہاں سے؟“

”اس نے سرنگ پر ڈانٹ دینے کی طرف اشارہ کیا اور ہانک مسموم ہو گیا۔

”بھاری آٹمی کریم کر گئی۔ اس نے گھر گھر آواز میں کہا۔

”آٹمی کریم کر گئی؟“

”آٹمی سے زیادہ پانی تھی۔“

”کون ابھی میں جانی میں؟“ خیر طر نہ کھوڑا جانی۔ یہ جھنڈ کشتی آٹمی کریم کر گئے؟“
”وہ سر آواز کیا۔“

”تھاٹھے جو ہم کہاں ہمارے ہیں؟“

”مستور صاحب کے پناں؟“

”مستور صاحب کے پناں؟“

”جانی کا کھنڈ؟“

”جانی کا کھنڈ؟“

”جانی؟“

”جانی اور مستور صاحب کے کہا ہے۔ کیا کہا ہے؟“

”جانی؟“

”جانی؟“

”تم کو ابھی آواز دے دو۔ گھوڑے سے پھینکے۔“

”اس میں سے ایک نے اس کو اپنے آگے پاگل کے گھوڑے پر بٹھا دیا۔

”ایک ایک آواز آگے آگے۔“

کلی دلی سرگرمی منہ سے منہ نہیں بانہ پر سرگرم سے کہ چھکے جا رہا ہادی وضع کا وہ چانگ بہت زیادہ نہا صوم ہو رہا تھا۔ اس کے آس پاس بڑی بھلی بھلی تھی۔ چونکہ جیسے جیسے انھوں کی شکل میں اندر داخل ہو رہے تھے سو داخل ہونے سے پہلے ان کی نگاہیں چانگ پر ضرور ٹھہرتی تھیں۔ وہ چہرے چانگ کا ہر تڑپ لیتے تھے۔ انہیں میں انہیں کہتے ہوئے اس میں سے گزرا جاتے۔ بعض اس کے نیچے سے گزرا۔ کئی وقت سر اٹھا کر اس کو دیکھتے تھے اور بعض کو قتل کر کے اس کو قتل کر کے صوم ہونے۔ زیادہ تر اپنے لئے ہی کی نظریں دوڑ رہی تھیں۔ اس پر ہم جانتے ہوئے دیکھتے کہ وہ اپنے صوم کی بارگاہی دیکھتے اس کے دھڑکنے ہو رہی تھیں ان کے قتل و قتل کو ہزاروں سے دور۔ ان میں غارت سے وہ بھی بھر کے گھڑوں کی تھوڑی سی انھوں کے سرانگ پر بڑا ہی دھوب کا رنگ کہہ کر غائب ہے۔ یہی جلی کر رہی ہے۔ قتل کی سوانی چانگ کی پڑتالی پر ہادی یا صوبہ بادی کی سوانی کی نور و جات کی وہ انھیں پچھان کر وہ سے سرگرم صوم ہو رہی ہیں اور اس کے بھی زیادہ تر انھیں انھیں انھیں کے انھیں گھٹینے گھڑی گھن پر ہے جو چانگ کی پڑتالی پر ہے جو سے ملک ہمارے کے ایک ٹھٹھ کے گور و اٹھا رہا ہے۔

کہہ کر غائب آتے پر وہ دیکھنے کو چھینے۔ سر ہو رہا ان کے کارنگوں نے اس چانگ میں جو ساتھی دیکھتی ہے وہ وہ سے پوری طرح نظر نہیں آ رہی تھی۔ اب ان کو انھیں کے اندر و ضعیف دیکھتی رہتیں اور جب وہ اس بارنگوں کو غور سے دیکھتے ہوئے چانگ کے داخل غائب بھی جاتے تھے ان کو ٹھپ کر کے ساتھیوں پر مٹی کے پانی سے چھکے جو سے گھر آتے۔ پھر وہ دیکھنے کو ہار سے ساتھیوں کی طرف آپ در سب میں و ضعیف گئے ہیں۔

موتی اس چانگ کے چھکے تھی۔ لیکن اس سے پہلے موتی کے آنے پر چانگ نہیں تھا۔ لیکن اب تک میں یہ چانگ میں رہ نہیں تھا۔ لیکن اب یہ اندازا سرگرم سے کہہ گاتے پر موجود تھا۔ موتی اس کے چھکے گھر نہیں آئی تھی لیکن موتی کا رنگ اس کے آنے کو ہمارا آنے انھوں کا استہکان کر رہا تھا۔ وہ ہر آنے والے سے وہ تین بھلوں میں بات کر رہا۔ پھر ایک طرف ہٹ کر

چانگ کی جانب اشارہ کرتا۔ اس طرح صرافوں کا ایک سلسلہ چانگ کے نیچے سے گزرا جاتا تھا۔ یہ سلسلہ رازداروں کے لئے کہ بھی جاتا تھا۔ اپنے ہی ایک سونے پر اس نے چانگ کے ایک سونے پر چلنے سے اٹھل پھیری۔ پھر اٹھل کو آنکھوں کے قریب آ کر غور سے دیکھا۔ پھر اٹھل سے اور اٹھل کو وہ نہیں بارہ کر رہا تھا۔ اسی وقت ایک نوجوان شیر پتہ ہوا چانگ میں داخل ہوئے گا۔ اس نے نوجوان کو آنکھوں سے دیکھا اور آہستہ سے پکارا۔

”خیر صوم اب؟“

”جی ہاں؟“ نوجوان غور کر کے پکارا۔

”کھلی؟“

”اندر وہ آگس کر ہم ظاہر۔“

”آگس ہے۔“ اس نے پکارا۔ پھر پکارا۔ ”وہ کھاتی؟“

”وہ انہ۔“

”کہاں رہی ہیں۔“ اس نے صوب سے ایک چھوٹی چھٹی تھان کی نوجوان کی طرف اشارہ کیا۔

”کھلی ہے۔“ نوجوان نے چھٹی لیتے ہوئے کہا۔ ”آپ کبھی بولتے نہیں۔“

”نہیں صوب۔“ اس نے گھڑی کی گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔ ”اس کے سر سے

وقت۔“

”تھک ہے۔“ نوجوان نے بھی گھڑی دیکھنے پر ہرے کہا۔

”وہ مار کر چانگ کی طرف چند لہم پڑھا کہ اسے باپ کی آواز پھر سنائی دی۔“

”چھٹی بگے دیں گے۔“

نوجوان دانوس پڑھا۔

”بگے پڑھ رہے گا۔“ نوجوان نے قہر پنا چھینکے ہوئے کہا۔ ”سوئے وقت بھی تو۔“

لیکن باپ نے اس کی طرف ہاتھ نہ اٹھا کر کہا۔

”ایک کبوتر لائی لیجئے۔“

اور جب نوجوان چھٹی سے واپس کر رہا تھا تو اس نے بظاہر چھٹی کو مخاطب کر کے ہرے کہا۔

آپ کا بڑا گرفتار کیا ہے۔"

اس وقت صرافوں کا ایک بھانسا پھاٹک کے نزدیک پہنچا اور اس نے بڑھ کر سب سے دروازہ دھکیلا اور مختصر ٹھٹکی کی۔ صاف چٹانک میں داخل ہو گئے تو وہ نو جوان کی طرف دو۔
"تو اگر اٹھو؟" تو جوان نے ہر دو سے سر پیسہ نہ کر سکا۔

دوبلے سب اٹھ گئے ہیں۔ باپ نے کہا، "آپ اپنا کرم کچھ کر سب کو ایک ہی سیر پر رشتہ ہو۔"

پھر انہیں میں سے کوئی نہیں آیا ہے۔ آپ نے خود صرافوں کی خدمت کی۔
ایک ہی سیر پر باپ نے کہا، "خود تو آپ ان کی خدمت کی، تو وہ ادا کرتے ہیں۔"

لیکن اٹھو، وہ بغیر ہاتھ نہیں آگئے۔

کہا میں نے کہا تھا کہ وہ بغیر ہاتھ آئے ہیں؟

اٹھو، آپ سے پہلے میں صاف۔

آپ کہا جاتے ہیں کہ میں چلے صرافوں کو نہیں پہنچا؟ باپ ہوا، ہر سکا ہے۔
ہر حال میں سے ایک صاحب نے جگہ دیا ہے کہ اسے اپنے کی خدمت کے لیے مگر سے مگر نہیں وہ میں غروزی ہیں، وہ وہ جگہ سے صاحب وہیں پر دست صاحب وہیں پہنچا کر کھٹے ہیں۔

مختصر صاحب؟ تو جوان اس آٹھیں پہنچ کر ہوا۔

وہاں کا پورا پورا ایک جگہ صوم ہے، شہر میں ایک ہی صاحب کو کہتے ہیں، وہ وہ آپ کی رہائش میں۔
پھر ایک صاحب۔

صرافوں کا ایک اور چٹا دوپل آیا، باپ نے نہت کر پر تو جوان کی طرف متوجہ ہو۔
گو میں اس کی شراوی سے شادی کروں تو آپ کو اعتراض تو نہ ہو گا؟

ہر صرافوں؟ تو جوان کی آنکھیں ہر پھیل گئیں، لیکن اٹھو، خودی کے جو سے ہیں۔

"کتنے سوئے تھے،" باپ نے کہا، "تو میں اس کی شراوی سے دھکیلا، کہنے کی کوشش کی تو وہ اس بھاگ آئے۔ وہ اس سے شادی نہیں کرنا چاہتے، ان کا خیال ہے، اگر میں چار سو ہوں۔"

"میں کی شراوی؟" تو جوان نے خدمت سنبھال لیا کہ ہوا۔

"انہوں نے بھی دیا ہے کہ وہ خود ہی کر رہے کی۔"

"میں کی شراوی؟" تو جوان اس جگہ میں ہوا، اٹھو، کیا کرنا ہے؟

دیکھو دیکھو، اٹھو، آ رہا ہے، "باپ نے بھی ہی کہے ہیں کہا، ہر گزئی دیکھ کر ہوا، انہی تک ساتھ گا کہ میں نہیں آئے۔"

تو جوان پکڑا ہوا اٹھو، پھر اٹھل پڑا۔

"اٹھو، کیا باپ صاحب بھی؟"

"میں کسی کو پہنچا کر کہ میں ہر حال، جاسے داسے سے دیا ہے کہ گا کہ میں ہی خودی وہ میں آنکھیں کے اور پھر وہ دیکھ آگئے ہیں، خدمت انہوں نے خودی شراوی ہے، ہاں تک اس کا وہ بہت مشکوک نہ ہو گا۔" نہیں نہیں، خودی کو داسے کی کوشش نہ کیجیے۔"

اٹھو، میں پرانی ہی رہ گیا ہوں۔

بوسہ۔

لیکن میں نے انہیں نہیں دیا اٹھو۔

"کہا میں کہ وہاں تو آپ نے انہیں دیا ہے اور پھر اب آپ اس کی تحفیات نہیں کرتے گے کہ اس کو کسی نے دیا۔ میں ان خیال دیکھنے کا کہ کہ وہ وہ سر سے صرافوں کو پتا چمور دانا شروع کر دیں تو۔"

تو ہر ایک سے کہاں کھٹے ہیں، اٹھو، "تو جوان نے شادی کے لیے میں کہا۔"

"آپ جس سے چاہتے ہیں اس سے تو کھٹے ہیں۔"

"میں۔۔۔ تو۔۔۔ لی سب کو ایک جگہ بڑا کر رکھیں گا۔"

میں، باپ نے کہا، "میں میں عرض کر رہا تھا، اور۔۔۔ میں، چاہیے، آپ کے کرم کا

میدوار ہیں۔ دوست بولے گا۔

نہیں جب تو ہوں چنگ کی طرف دھنسنے کا خواستے باپ کی آواز پر سن لی وی۔

آجئے آجئے، تو خود گالی کے انداز میں کہہ رہا تھا۔ "آپ ہی کی کسر تھی۔"

تو جوں پر پڑا۔

۱۰

کہہ نہیں۔ رتو اور صاحب اپنے پاؤں کے ساتھ ٹھہرتے اور جیتے ہیں۔

تو ہوں سنے دیں۔ چنگ سے دھنسنے دھنسنے پر سرگن کے کنارے دھنسنے دھنسنے کے قریب ایک لڑکے نے رتو کو ہانچ کر سے اڑا دیا۔ تو جوں پر پڑا۔

رتو تو آج کل

خفک ہے۔ آپ اندر ٹھہرتے ہیں۔ باپ سے کہہ، ان کا استقبال میں کر دیں

۱۱

نہیں رتو کو ان ہانسنے کی طرف تھا۔ اس کی ہان سے باہر جو رہا خاک ہانچل کے دانے پر چبھ چبھتے اس کا ایک ہانہ اس جگہ ہے۔

۳

ہانسنے ہیں۔ اس وقت وہی آدمی تھے۔ اس میں بھی ایک ہانسنے کا ایک تھا۔ اس نے رتو کو آٹے دیکھا تو بڑے تھک سے بولی

آجئے رتو میں۔ ایک ہانہ ملانی جو ہانسنے۔

نہیں کہہ میں۔ آج نہیں۔ رتو ہانسنے کے خوشی دینے چلا کر بولہ۔

سمت سے دھنسنے۔

آج نہیں۔

لیجئے ہی۔ میں گلی سے گھٹنے توڑی جا رہا ہوں۔

آج نہیں۔ رتو نے ہر گاہ اس کے چہرے پر بھی ہی مسکراہٹ آئی۔ وہ کہہ میں کی طرف ضرور جاتا اور رتو دھنسنے میں بولہ۔ آج آٹس کریم جگہ کی ہر اس نے چنگ کی طرف اشارہ کیا۔

ہاں آج منظور صاحب کے بیان دھوت ٹوٹنے کی۔

دھوت نہیں۔ رتو نے بڑی محنت کے ساتھ کہا۔ صرف آٹس کریم۔

بہارت ملی گئی۔

بہارت کی انہی کی تھی ایک تو نے کے بیماری آٹس کریم کر دی۔ کہہ میں، جہاں سر گرم نہ گوا۔

آپ ہی رتو میں انہی کا راز میں ہانسنے ہیں۔ خفک، ہانسنے دھنسنے۔

ہانسنے نہیں۔

صرف آٹس کریم۔

صرف۔

تو تو جی جہاں ہی ہے۔ کارا آتا ہے۔

تو ہیں۔

بیم دکان جہاں کہیں ہانسنے گئے۔

آجہا تو نہیں۔ وہ ہیں۔ رتو ہانسنے ہانسنے دھنسنے دھنسنے کے قریب آکر اس نے

جیب سے گولی دھنسنے کا پریم لٹا۔ اسے دیکھ کر لپٹا۔ آج ہی آیا ہے۔

اس نے پریم پر ہانسنے کے چہرے پر، کہہ دیا اور اس میں اس کا ہاتھ جو تھکے پر گئے ہونے

ایک بڑے سے سہا ہاتھ سے قریب قریب چمک گیا۔ تب اس کو ہانسنے کے ہانسنے دھنسنے دھنسنے

کی سوچ کی کا اس میں ہوا۔ اس کا چہرہ رتو کی طرف نہیں تھا۔ لیکن رتو اس کے چہرے کی

طرف دیکھ بھی نہیں دیا تھا۔ اس نے ایک نظر سہا ہاتھ کو اور اس کی موٹی انگلی میں پڑنے سے

چاندی کے ہار ایک پھلے کو دیکھا۔ ہر بڑی اعتبار کے ساتھ گولی پریم چہرے پر سے اٹھا کر جیب میں

ہانک کے اس ہاں اب نیز روشنی بھی ہوئی تھی۔ وہاں ہانک بھی تھی کی شہریوں سے روشنی تھا
اور گرم قسم کے لوگ اس میں آہا رہے تھے۔ کوئی صاف نظر نہ آتا تھا۔

سوئی کا ہانک ہانک سے باہر آیا۔ وہ آدھوں کو گہرے آستین دینے کے بعد وہاں سے اٹھ کر
رک گیا۔ اور ٹوٹا پٹکا ہوا ہانک سے باہر آتا تھا۔

مورٹو صاحب، کو مر ۶ اس نے مورٹو کے سامنے آکر کہا۔

گھر، اور ٹوٹے پانچے سے بھر گیا۔

نیریت ۶

سیریلے دھوکا کیا۔ معلوم نہیں کیوں لوگوں کے ساتھ بچے بٹھا رہا۔

سب دھست ہیں، آپ اندر چلیے۔

نہیں نہیں۔ وہ سیری پارتی کے آوی نہیں ہیں۔

بھلا، نہ ہوں گے۔ آپ وہ سیری سیر رہو نہ ہانے گا۔ چلیے، میں آئیں کر ہم گھر آئے گا۔

جی۔

نہیں، مسکرو صاحب، غلط ہے۔ آپ نہیں سمجھتے۔

سب سمجھتا ہوں۔ آپ آئیے تو۔

اس نے اور دو گھر بکڑانے کی کوشش کی لیکن مورٹو اس سے کھڑا کر چلا گیا۔

چاہے فاسے کے اندر، ایک ایک میرا تھا۔ اور اس کے پیچھے سے چلنے پر گھنٹوں
نے اس کو گھر واپس ہی بٹھا رہا۔ پھر آہستہ سے کہہ کر اٹھا اور چاہے فاسے کے اندر چلے داخل ہو
گیا۔ وہاں پہلے سے زیادہ ہانک تھا۔

گھر میں! اس نے آہستہ سے بکڑا کر ٹوٹا ہوا وہ نہیں دھم آگے بڑھا اور کسی سے گرا
گیا۔ خود اچکے دی۔ پھر اس نے مسرور ہوا اٹھا اور خود کو ایک ڈاسے سے سپاہیوں کے دربار

ہاں۔ یہاں سے میں بھی سی حرکت ہوئی اور مورٹو نے اس کے فٹے سے ہاتھ کو ٹوٹا دیا اور
دیکھا۔ ہاتھ ٹھیک سے نظر نہیں آتا تھا اس کی انگلی میں پڑا ہوا ہادی کا پھل ہونے چک رہا تھا۔

تو اس نے ۶ اور ٹوٹے سے قہرانی ہوئی آواز میں پوچھا۔ پھر اس کی انگلی بند ہو گئی۔

مورٹو سپاہی، "بھاری مگر نرم آواز آئی، "آپ کا خط بچے کی گاہ۔"

نیریت ۶

بھلی سی پڑا ہوا ہٹ ہوئی اور سپاہی ہاتھ میں وہ سپاہیوں کی نظر آئے۔ اور دو ہر گھنٹوں کا غنا
کو گھور دیکھا، پھر بڑبڑایا۔

نیریت ۶ "ہانک وہ دھندلہ سے ہو گئے تھے، میں گہ نہیں جانتا۔ میں نے کسی کو خط

نہیں بھیجا۔ بچے لکھا ہی نہیں آتا۔"

"آپ کا خط بچے کی گاہ۔"

اب اور ٹوٹا کا ٹپ ہاتھ، لیکن اس نے مشاہد کی تھی کہ خود پر کا ہوا تھا۔

"بچے جاتے تو، "وہ دھندلے سے دھندلے میں ہو۔"

یہاں خاصوئی رہا۔ اور ٹوٹے سے خود پر کا ہوا تھا اور کرٹ آواز بنا کر ہوا

"تینا جا رہا ہیں۔"

یہاں اب بھی خاصوئی رہا۔ اور ٹوٹا ایک گرم اچکے بٹا۔ اب وہ وہاں سے ہوا تھا، لیکن اس نے
پھر خود کو سپاہی۔

"میں کسی سے نہیں ڈتا، "اس نے کہا، "سیری میں بہت دھکی پارتی ہے۔"

"تینا میں آپ ہی کی پارتی کا آوی ہوں، اور ٹوٹو ہیں۔"

ہانک اور ٹوٹو نے اچکے کی طرف چھوٹ گئی تھی، لیکن سرنگ پر گرا، اٹھا اور چلتا ہوا سرنگ پر

کرے گا۔ ایک سپاہی کی نیز روشنی میں اس کا سر اٹھتا تھا، ایک کی چڑچڑائی دی اور اس کی

سرنگ پر دیکھنے دیکھنے کئی آوی پیدا ہو گئے۔ گہرے رنگ کی علی آوازوں کا شور، بار بار اس میں کئی بار

اور ٹوٹا کا نام سنائی دیا۔ پھر کسی کے گھر

"اسوٹال نے ہاتھ، اسوٹال۔"

ایک اور توار آئی

کیا قلت، تم ساتھ جیٹھا ہوا، ہم گھر پر بطور کر رہے ہیں۔

زور سے دو دروازے کھولنے کی توار آئی اور کار بدھ کر سے آ رہی تھی کہ وہ اس صحت روانہ ہو

تھی۔

کھانسی سوتی کار کی روشنی بند کئے تو پاسے جانے کے در میں گھڑے ہوئے آدھی پر بھی

تھی۔ کار کے گاہک سب سو پاسے کے بعد بھی وہ دلی سرگ کی طرف منہ کیے اور کھٹ ایک بار اٹھنے کی

طرح در میں گھڑا رہا۔ پھر آہستہ آہستہ اچھکے بٹھکا۔

اس وقت کوئی گاہک، اگر سرگ پر سے دیکھتا تو اسے پاسے قاتر دلی نظر آجایا۔

وقفہ

Then did I know how existence
could be cherished,
Strengthened, and fed without the aid of joy.

Emily Brontë

میں انہیں دیکھ کر انہیں دیکھ کر
کرم و شرمی یا شرمی
— کہانی سہلی

و کئی ہمارے خاندان میں ہفتوں سے ہے۔ بلکہ جہاں سے
ہمارے خاندان کی تاریخ کا شروع ہوتا ہے وہیں سے اس کا
ہمارے خاندان میں موجود ہونا بھی ثابت ہوتا ہے۔ اسی طرح اس کی تاریخ
ہمارے خاندان کی تاریخ کے ساتھ ساتھ چلتی ہے۔
ہمارے خاندان کی تاریخ بہت عرصہ پہلے سے ہے۔
اس لیے کہ میرے اجداد کو اپنے حالات معلوم کرنے اور اپنا شمارہ دست
رکھنے کا ذرا شوق رہا ہے۔ اسی وجہ سے کہ ہمارے خاندان کی تاریخ شروع
ہونے کے وقت سے لے کر آج تک اس کا تسلسل قائم نہیں ہے۔ بلکہ
اس تاریخ میں کوئی کوئی وقفہ رہا آتا ہے۔

میرا باپ ان پڑھ آدمی تھا اور معمولی پینے کا کرتا تھا۔ اسے کئی ہنر آتے تھے۔ لیکن میں تو بچے
تھیں تھا کہ اسے ہر ہنر آتا ہے۔ لیکن اس کا اصل ہنر سوداری کا تھا اور وہی اس کا اصل پیشہ بھی
تھا۔ لیکن اگر وہ سم کی خرابی یا کسی اور وجہ سے اس کو سوداری کا کام نہ دیتا تو وہ کوئی پرکاشی یا کچھ اور
کام کر سکتا تھا۔

میرا تھا۔ بکے صوبہ کے سیرا پاب اگر پر ہی کسی وقت میری کام کرنا ہے۔ میں صوبہ کے
 ہا میں کسی کی مانی دیوار کے قریب ایک بڑے دروازے کے پاس کھڑی کیا۔ اس دروازے کے
 دو خانہ ہائیں پر کھڑی کی وہ پہلیں اصرار ہی ہوتی تھیں۔ بکے نہیں معلوم تھا کہ میرے پاس میں کوئی
 رازدار نہ ہی ہے۔ میں دیر تک اس پر رازدار کے سچا ہوا کہ اس کے چنگے کہا کہ۔ جو کہ چھٹی
 شاخ پر کھڑی مانی کے کا دروازہ نہیں ہے۔ وہ یہ بھی کے لیے میں نے اسے خود سامنے کو اندر
 جلا۔ جلی مانی پر کو صرف کوئی کے لیے لیے چھٹی نظر آئے۔ پر میں نے دیکھا کہ وہی مانی پر
 بہت ہی دیر کی تھی کہ اس کے ساتھ کی جلی ہیں۔ میں نے اسی رازدار شروع نہیں کیا تھا
 تاہم بکے ہی کتاہوں میں کہ وہی چھٹی ہی چھٹی ہوئی ہو۔ انھیں قریب سے دیکھنے کے لیے میں
 دروازے سے اندر داخل ہو گیا۔ میں نے دیکھا کہ ساتھ وہی دیوار کے قریب مانی پر ہی کتاہوں
 ڈھیر ہیں۔ انھیں تو ایک سے دیکھنے کے لیے میں آگے بڑھا اور کتاہوں کی طرف سے میری جانب
 بہت گئی۔

ڈھیر کے اس طرف دیوار سے علی جلی چلتی پر ایک ہوا آوی آٹھیں نہ کیے بہت چڑھا
 تھا۔ چارنے کتاہوں کی فوج کے چنگے میں وہ خود ہی ایک سو سو کتاب معلوم ہوا تھا۔
 میں ایک قسم کے چنگے میں۔ وہ پر میرے باپ کی دستور کی جلی مانی آواز مانی دے رہی تھی
 اور میں چلتی پر بڑے سے آوی کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ اپنے ہاتھوں اور پاس سے وہ بکے کے چھ
 سامنے جو۔ اسے غور سے دیکھنے کے لیے میں کھنڈوں پر باختر کو کہ جی ہی تھا کہ اس نے
 آنکھیں کھول دیں۔ کہ وہ رنگ چھٹ چھٹ پر کہ کتاہوں پر اس کے بہت ہے۔
 "آؤ شہر کو۔" اس نے کہا۔ "میں شروع کیا ہا ہے۔"

ہاگی میں نے سوچا۔ ہاگ کو اپنے باپ کے پاس آ گیا۔ وہ اسی طرح اپنے کام میں مشغول نہ۔
 اس کے ہاتھیں باختر کی آنکھوں میں چاندی کا گاہ پھٹا ہوا تھا۔ دیکھنے پاتے میں ایک ڈانگ ہی دستور
 تھی۔ کھڑی کی ایک بہت بہت جلی مانی اس کے سامنے تھی میں پر اس نے طرف طرف سے دیر جاتی
 ہاتھوں اچھڑی نہیں اور اب اس ہاتھوں کی ہر ایک۔ انھوں میں چاندی کا تار بشارا تھا۔ بکے اپنے
 قریب صوبہ کے اس نے کہیں اٹھائی اور آہستہ سے مسکرایا۔

"آئیے۔" وہ ڈھیر سے سے ہوا۔ "میں معلوم رہے تھے آپ؟"
 "ہاں۔۔۔ وہ بڑھا کوئی ہے؟" میں نے پوچھا۔

"وہ آپ نے اپنے استاد کو دوسرا ڈھیر تھا۔" وہ ہوا اور پھر ہاتھوں کی رنگوں میں ہار شانے کا۔
 "استاد؟" میں نے پوچھا۔

"نیکلی آپ دوسرا ڈھیر کیا ہے تھے؟" جواب میں اس نے ہی پوچھا اور بکے ہا آگیا۔
 "نیکلی۔" میں نے کہا۔ "دوڑاں کا ٹھیکہاں ہے؟"
 "وہ آپ کو نہیں ملے گا۔"

اب بکے صوبہ آئے گا۔
 کتاہوں ہے؟ میں نے پھر پوچھا۔
 "نہیں ملے گا۔"

بکے غور صوبہ آگیا۔ لیکن اسی وقت اس نے پوچھا
 "آج کون دی ہے؟"

میں نے اسی لمحے میں ہا ہا اور پھر پوچھا:
 "ٹھیکہاں ہے؟"

"پر میں سے آپ کا سین شروع ہو گا۔" اس نے بڑے سکون کے ساتھ کہا۔
 میں نے اسے برا بھلا کہنے کے لیے ستر کھڑی تھا کہ اس نے وہ فوجی باختر آگے بڑھا کر بکے
 اپنے قریب کھنڈی لگا۔ وہ رنگ وہ میرا پھر وہ دیکھتا رہا۔ اس کی آنکھوں میں سیدہ اور اسرو کی کی داسی
 آسیرائی تھی کہ میں اپنا سارا غصہ بھول گیا۔ اس کی مشہور آنکھیں میری کھائی اور کتاہوں کے میں کھڑی ہا
 رہی تھیں اور جلی ڈھیر سے ڈھیر سے لڑ رہا تھا۔ اس حالت میں وہ بکے جھوٹ بہت اچھا معلوم ہوا
 تھا۔

"پھوڑا بڑے؟" میں نے خفہ سے کہا اور کلاسی کی منٹش شالی پر بھی سی خود کر لائی۔
 ایک ہائی کی رنگ میں دیشا ہاتھ خود گھڑ آگیا اور میرے باپ نے جلدی سے بکے پھوڑا۔ اس کی
 آنکھوں میں لپٹے جو سے تار نے میری کھائی پر جلی کا سا نقش ہا ہا تھا۔ میں نے کھائی اس کی

آئینوں کے سامنے کی۔ وہ در کے نقش کو در تک سوتا اور پوچھتا رہا، ہم ۱۰۱
پر سون سے، کد پر ہوا، پر سون سے۔

سویں شروع ہونے کا خیال مجھے اب نہیں معلوم ہو تھا اس لیے وہ سر سے وہیں بیٹھ چکا تھا۔ وہ اپنے سے کچھ
بڑا اور نیچے خاص تر ہونے پر غور کر کے اپنے سر کے بارے میں غور کیا۔ وہ جیسے ہی
میں اپنے باپ کے کچھ کچھ کر کے تھیں کے ساتھ کچھ بولنے لگا۔ وہ اس کے بارے میں غور کیا۔ وہ
پانی پر ہوا اور پوچھا تھا۔ باپ نے مجھے اس کے ساتھ ساتھ خود کو دیکھ کر دیکھا تھا کہ وہ
اٹھ اٹھ کر کھڑا ہو کر اپنے کد پر ہوا تھا کہ وہ صرف ایک کتاب پڑھ رہا تھا۔
میں نے آپ کو سنا ہے، کیا ہاں! اس نے مجھ سے کہا، مجھے یہ سب ایک دن چاہی تھا
معلوم ہو رہا تھا۔ کتاب کا وہی زیادہ خاص تر ہے اس کو اٹھا کر باپ کے کد پر ہوا
تھا۔ اس کے ساتھ کہ وہ ایک کتاب پڑھ رہا تھا کہ وہ اس سے سیکھ رہا تھا۔ مجھے حیرت ہوئی کہ
پرسوں وہ کہ وہ کھیر گئیں معلوم ہوا تھا۔

اسے کھول کر پڑھا، اسی کے کد پر۔

کتاب کے چند بڑے بڑے حصوں کو پڑھ کر پانی دیکھ رہا تھا۔ اس دن پتہ نہ ہوئی کہ وہ
نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھ سے کہا تھا۔ اتنی ہی سی کتاب پڑھنے ہاتھ کی نور مجھے جانتا تھا
معلوم ہو رہا تھا۔ میں چاہتا تھا کہ وہ اس کے کد پر ہوا تھا کہ وہ اس کے ساتھ ساتھ
بڑا کر کے اپنے باپ کے کچھ کر کے تھیں کے ساتھ کچھ بولنے لگا۔ وہ اس کے بارے میں غور کیا۔ وہ
پانی پر ہوا اور پوچھا تھا۔ باپ نے مجھے اس کے ساتھ ساتھ خود کو دیکھ کر دیکھا تھا کہ وہ
اٹھ اٹھ کر کھڑا ہو کر اپنے کد پر ہوا تھا کہ وہ صرف ایک کتاب پڑھ رہا تھا۔
میں نے آپ کو سنا ہے، کیا ہاں! اس نے مجھ سے کہا، مجھے یہ سب ایک دن چاہی تھا
معلوم ہو رہا تھا۔ کتاب کا وہی زیادہ خاص تر ہے اس کو اٹھا کر باپ کے کد پر ہوا
تھا۔ اس کے ساتھ کہ وہ ایک کتاب پڑھ رہا تھا کہ وہ اس سے سیکھ رہا تھا۔ مجھے حیرت ہوئی کہ
پرسوں وہ کہ وہ کھیر گئیں معلوم ہوا تھا۔

اس کے بعد سے میرا زیادہ وقت استاد کے ساتھ گزارنے لگا اور میں اپنے باپ کو بھول گیا
کہاں یہاں تک کہ کہ وہیں تک پہنچے کہ وہیں اس نہیں ہوا کہ اس نے پھر سے اور اس کا خیال
کہ کام پر جانا شروع کر دیا ہے۔ کچھ دنوں کے بعد وہ اس کے کچھ سوئی کتابوں میں گھر گیا اور
مجھے ہر وقت سوچا کرتا تھا۔ وہ کد پر ہوا تھا۔ میں اکثر اسے دیکھتا کہ وہ کد پر ہوا تھا کہ وہ
اس آئینوں کے کچھ جہت پڑا ہے اور کھیر معلوم ہو رہا ہے۔ میری آہستہ سی کہ وہ آئینوں کو
اور جھوٹ ایک ہی بات کہتا:

آؤ، شہر کو، میں شروع کیا ہاں۔

کچھ اس نے مجھے پڑھا یا کہ نہیں، کد کھانا بہت بدی عکاسی پر۔ ہر روز کھانے کی یاد
میں کرانے کے بعد مجھے اپنے ساتھ ہوا کہ وہ کد پر ہوا شروع کرنا۔ کئی کئی دن وہ مجھے پڑھنے لگتا تھا
اور وہ اس کے طاقوں کی دل چاہی تھا۔ کچھ زیادہ تر وہ میرے اپنے شہر کے بارے میں
باتیں کرتا تھا۔ وہ شہر کے مختلف حصوں میں پھرتا تھا۔ اسے کد پر ہوا تھا کہ وہ اس کے ساتھ ساتھ
کئی کد پر ہوا تھا کہ وہ اس کے ساتھ ساتھ کئی کد پر ہوا تھا کہ وہ اس کے ساتھ ساتھ
میں اور کئی کد پر ہوا تھا کہ وہ اس کے ساتھ ساتھ کئی کد پر ہوا تھا کہ وہ اس کے ساتھ ساتھ
وہ مجھے کئی کد پر ہوا تھا کہ وہ اس کے ساتھ ساتھ کئی کد پر ہوا تھا کہ وہ اس کے ساتھ ساتھ
کد پر ہوا تھا کہ وہ اس کے ساتھ ساتھ کئی کد پر ہوا تھا کہ وہ اس کے ساتھ ساتھ
وہ میرے کھانے کے ساتھ ساتھ کئی کد پر ہوا تھا کہ وہ اس کے ساتھ ساتھ
کئی کد پر ہوا تھا کہ وہ اس کے ساتھ ساتھ کئی کد پر ہوا تھا کہ وہ اس کے ساتھ ساتھ
ہے۔ اس وقت میں اس کے اس عرصے پر رہتا تھا کچھ اب دیکھتا ہوں کہ وہ کد پر ہوا تھا کہ وہ اس کے ساتھ ساتھ
کہ وہ کد پر ہوا ہے۔

کچھ کچھ استاد باتیں کرنے کے ساتھ ساتھ کد پر ہوا تھا کہ وہ اس کے ساتھ ساتھ
دھیر کتابوں کے ساتھ ساتھ کد پر ہوا تھا کہ وہ اس کے ساتھ ساتھ
ہیں۔ کچھ کد پر ہوا تھا کہ وہ اس کے ساتھ ساتھ کئی کد پر ہوا تھا کہ وہ اس کے ساتھ ساتھ
میری دنی دہاں ہی میں نہیں تھیں، میں کی حد میں اور میں کی حد میں اتنی کچھ نہیں کہ

بہت غور کر کے پڑھی اس کا بائیں دھندھا منہ ماسٹوم سپر سے دائیں میں آتا اور غوراً نقل ہوتا تھا۔ ایک شخصوں پر مجھے اپنے استاد پر غصہ آئے تھا اور کہی کہ تیرے میں جس سے بڑی بے تحاشی کے ساتھ بات کی۔ ایک بار وہ تانکھیں بند کیے چپ چاپ پڑا میری باتیں میں دبا تھا کہ ان کا کھانک سپر سے سر کے اندر چمک ہی ہوئی۔ میں نے چار کرنا:

ہر ایک کے لیے ایک بڑی کاپی بنا کر اس کے اپنے پرچہ پر چسک دی۔

اس کے دوسرے دو بچے اپنے بھائی کے قریب کی ایک چھوٹی سی دوسری گاہ میں دھنسا رہے تھے۔

اسی کے بعد میں شہر کی محفلت اور اس گاؤں میں پڑھا رہا۔ شروع شروع میں میرا آپ بیتی لکھنے کی خاطر کچھ نوکریں گاؤں تک پہنچا کر وہیں سے وہاں لکھا تھا۔ پھر میں باہر نکلتا تو دیکھتا کہ وہاں اس گاؤں کے چاہنگ سے کچھ لکھنے پر کسی درخت کے تنے سے ٹپک رہے تھے۔ حاشیہ لکھا ہے۔ چلے واپس کر دو، آگے پڑھا، میری کتابیں سنبھال، اور کبھی کبھی مجھ کو بھی گاؤں میں اٹھانے کی کوشش کرتا کبھی میں اسے توڑ کر کھوٹ کر لکھ کر پھانتا تھا۔ اگر کسی دن اسے آتے ہیں وہ پوچھتا تھا میں خوش خوشی میرا کتاب پھانتا تھا کہ وہاں وہ دوسرے دن لکھنے پھانے کی خبر کرتا تھا۔ آخر دلت دلت میں نے سنا پھانتا اور وہاں آنا شروع کر دیا۔ پھر میں علی وقت اور پچھتی کے وہاں میں ہی کمر سے باہر نکلتا تھا اور وہاں سے لے کر گاؤں میں اٹھتی تھیں۔ میں نے شہر کے ہی تمام گھوٹوں کے چکر لگائے ہیں کے بارے میں سنا، پڑھا تھا کہ کوئی دھاکو، سپر، کوئی بڑی، کوئی پانڈی اور کوئی ملادی۔

انھیں گڑبڑوں کے دور میں ایک دن میں لے اپنے آپ کو ہزار میں دیکھا۔

وہ بازار کے اسی حصے میں کھڑا ہوا تھا جہاں ہر روز صبح کے وقت مزدور اور کارٹر کام کی تلاش میں آکر جمع ہوتے تھے۔ بازاروں کا شعبہ زمین پر لوہی دو خوں مانگوں کے بیچ میں رکھ دے وہ اس پاس کے لوگوں سے آہستہ آہستہ گریبا خا کہ اس کی نظر ہم پر پڑ گئی۔ شعبہ زمین پر چھوڑ کر وہ چلتا دھمکتا ہوا میری طرف آیا۔

442-5746

— 1/2 —

ہر ایک کے لیے سوچیں کہ وہ کیا کر سکتا ہے۔

کتابخانه ملی افغانستان

کونسی کونسی کونسی

”ہمیں رکھنے آئے تھے؟“ اس نے پوچھا، پھر طوفان ہی ہوا۔ ”ایسا ہی ہے تو ہمیں کام پر“
”پھر وہ آجستہ سے نہ۔“

اسی وقت کسی مسافر نے اس کا نام لے کر پکارا اور وہ اپنے خیل کی طرف لوٹ گیا جہاں
 اوجیز مہر کا ایک شخص اس کے انتظار میں کھڑا ہوا تھا۔ اس نے میر سے باپ سے کچھ پوچھا، پھر واپس
 لوٹ گیا۔ وہ بار بار اپنے ہاتھوں سے جہاں میر کا گھبراہٹ کی شکل دکھاتا تھا۔ اس
 کی انگلیوں میں بڑے بڑے گھونٹوں والی کئی انگڑیاں تھیں جنہیں وہ جلدی جلدی انگڑٹے سے
 ٹھکراتا تھا۔ بہت سی آوازوں کے پچ ہیں اس کی لونگی کھر کھرائی ہوئی آواز صاف سنائی دے رہی تھی
 لیکن یہ سمجھیں نہیں آتا تھا کہ وہ کھ کھارہا ہے۔ کچھ روز بعد میر سے باپ نے پوچھا کہ کیا
 اور اس شخص کے چپکے چپکے پل دیا۔ مجھے نہیں آتا کہ اس کے خیل میں کئی عورت کی جگہ میر کا
 بہا کوئی پارہنہ کا گڑھ نہیں ہو گا۔ لیکن اس خیل سے کچھ کوڑھنی کے پاس کچھ مسروٹی سی
 عورتیں جاتی۔ اس مسروٹی پر کچھ عجب بھی ہوتا۔ میں جب حاکم واپس آ گیا، تو اس نے وہ چار اون
 میں سے استاد کے ساتھ فصول بٹوں میں گھڑا لیکن تمام وقت مجھے گھر میں باپ کی کئی عورتیں جاتی
 رہیں۔ یہ خیل بھی کچھ بار بار آتا کہ میں نے بھی کب اس کو عورتی کا کام کرنے نہیں دیکھا ہے
 اور یہ کچھ عورتیں بہت بڑی کوتاہی سے جاتی تھیں کہ اس کی عورتی کا نہیں کچھ نہیں آتا۔

ایک دن سہرے کے قریب گھومتا ہوا تھا کہ وہی ایک ہڈی دس گاہ کے سامنے پہنچ گیا۔ وہ دس گاہ دہنوں پہلے ایک تاریکی عمارت میں قائم کی گئی تھی اور اب بھی اسی عمارت میں تھی۔ عمارت پر سیدھا دروازہ تھا اور جس میں وہاں پڑھتا تھا تو اس کی ایک پست پڑھ کر گئی تھی جس کے بعد میرے پاس لے گئے اس دس گاہ کے اٹھارہ گاہ، اس لیے کہ گھر پر پہنچے ہیں اس پست

کے بچے نہ آتے تھے۔ دوسرا تو نہیں لے دیکھا کہ وہ اس کاہ کی ٹوٹی ہوئی چادر پہن رہی درست کر دی تھی۔ کھڑی کاہ پر وہی چٹانک تاب خاص جس کے پٹوں میں گیس کے پھول جڑے ہوئے تھے وہ باتیں پٹ میں بچے کی طرف بھونسا ایک پٹ کا دروازہ تھا۔ اب اس چٹانک کی جگہ وہ بے کا کٹر سورا چٹانک خاص کے چھکے اصل صورت میں داخلے والی تھائی عرب نظر آ رہی تھی۔ عرب کے چھکے ٹانگی پٹی پر۔ بے صفہ چٹان کے وہ چٹائی کاہن تھا۔ پڑھائی کہ چٹان میں ٹانگوں میں کوئی میری جان پہچان والی جانتے ہیں چٹانک سے گزر کر عرب کی طرف بڑھا۔ عرب پہنچ کر میں نے دیکھا کہ عرب کی پٹائی پر بالکل وہی سی دو چھپیاں ابھری ہوئی ہیں جیسی میرے مکان میں استاد والے کوٹہ کے دروازے پر تھیں۔ مگر کہ حیرت ہوئی کہ اس دس کاہ میں اتنے دن تک آئے جاسنے کے پادریوں چھپیاں پر کبھی میری نظر نہیں پڑی۔ اب میں نے انہیں حور سے دیکھ کر عرب کی شکست پہنچی کی دست کی جا چکی تھی۔ چھپیاں بھی جگہ جگہ سے ٹوٹی ہوئی تھیں۔ داخلی طرف والی چھپائی کی ذمہ غالب تھی۔ اس کی جگہ نہاد کی مٹا ہوا پیرا گیا تھا اور میرا ہاب وہ اتنی چھپائی پر کھڑا اس سے ملے کہ چھپائی کی شکل میں قرائی رہا تھا۔ وہ سر پر ایک کپڑا پہننے ہوئے خاص جس کی وہ سے میں اسے پہچان نہیں تھے۔ میں نے اسے جس کے ٹھیکے سے پہچانا جو عرب کے داخلے پانے سے کھاج رکھا تھا اور اس میں سے کہ کھانا باہر چٹانک رہے تھے۔ درجہ تک اسے اپنے کام میں گھوما ہوا دیکھتے رہنے کے بعد میں نے اس پر سے پر اسے کوٹے ہوئے سے ملے کا ایک کھانا اس کی طرف چھپا۔ کھانا اس کے پیروں کے پاس تھی سے گرا کر وہاں گریں اور اس نے بچے کی طرف دیکھا۔ آہستہ سے بندہ پھر بولا۔

”تو آپ نے ہم کو دھوکا دیا“

مجھے اس کی تورا شکست چھپائی کے کھٹے ہوئے منہ سے آتی معلوم ہوئی۔ وہ پھر اپنے کام کی طرف متوجہ ہو گیا اور درجہ کہ نہیں پڑا۔

”کب تک وہ پڑھے گا؟“ آخر میں نے پوچھا۔

”وقت فوج ہو گیا۔“ اس نے بتایا۔ ”کام تو خرابی ہے۔ زیادہ دور نہیں ہے۔“

تو وہی دور پھر وہ بچے آوا۔ اس کے ہاتھ میں بھونے لگا رہا تھا۔ میں نے اس سے کہہ کر اس نے

قریب ہی پہنچے۔ وہ ایک خارجی عورت میں دھوپا۔ سر پر چٹا ہوا کپڑا کھول کر اس سے عورتوں کو پر چھپا۔ میری طرف دیکھ کر بھٹکے ہوئے انداز میں مسکرایا۔ میں نے اور اس سے ملے کہ ٹھیکہ میں رکھ دینے اور مجھ کو اس ساتھ ساتھ کٹر سورا چٹانک کی طرف چھپے۔ آواز اس سے ملے کہ وہ کہ گیا۔ ”بہی جگہ پر کھڑے کھڑے کہہ دیں عورت کہ اس نے اپنے دن پر کے کام کو دیکھا۔ پھر چٹانک کی طرف بڑھ گیا۔“

پہنچنے والا چھپائی میں اسے قتل کرنے کے لیے باہر نکلتے دیکھا تو پوچھا۔
”آج کہاں کام لگایا ہے؟“

”تو میں اس کے کھانا پھر بولا۔ آج بھی وہ میں کوٹا ہوا۔“

لیکن اس دن وہ پھر سے زہا پٹے کہ غالب صحن کے چھکے میں عرب سے ملنے ہوئی بلایا اس طرح نہیں کہ میرے ہاب کا خزانہ بڑھ گیا۔ وہ چھپیاں کی کوٹائی سے اس کاہ کے سنگی فرش پر آکر۔

اس وقت میں گھر ہی پر غامض انداز سے کسی فضا کی بات پر بھٹ کر رہا تھا۔ وہ عین عورت اسے سدا دے کہ آئے۔ انھوں نے برقی دھواں بولی میں دھونے کی سیمیں ہی فضا میں بھائی ہو کر کام پڑا وہیں چھپے کھٹے۔ اس کے بدن پر کوئی زخم نہیں تھا لیکن اس کی آنکھوں سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ کرب میں ہے۔ میں نے اور استاد ملے اسے بستر پر لٹا دیا۔

”کئی دن تک میرا ہاب چھپ چھپ بستر پر پڑا رہا۔ میرا استاد چھپ چھپ اس کے سر جانے چٹا رہا۔ دھوس کی فضا میں بڑھیاں ان دنوں کی شہر گیری کرتی رہیں۔ میں اس سے میں کئی بار گھر سے باہر نکلی لیکن خود ہی ہی دور جا کر وہاں آ گیا۔“

ایک دن وہ اس آئے ہوئے مجھے اس عرب دور اس کی پٹائی کی شکست چھپیاں کا طبل آیا اور میں دس کاہ کی طرف ٹوٹ گیا۔ وہ بھی چٹائی کاہن تھا۔ میں عرب کے ساتھ جا کر کھانا کھا۔

ایک کھلی درست ہو چکی تھی۔ اس کی پشت پر سفید کاہاں اس طرح لٹا گیا تھا کہ معلوم ہوتا تھا ایک ایک ٹھیکے کو کھٹک کھٹک ڈھانچ کر چھپائی کے بدن میں بٹھا گیا ہے۔ ہر سٹارہ جی میں بٹھا ہوا ہے جو کہ وہاں پر دھنسا ہوا اور دوسرے سفیدوں میں چٹا ہوا نظر آتا تھا۔ چھپائی کی آگہ کی جگہ ایک

سو چھوٹا آدمی نہیں معلوم ہوتا تھا، لیکن اس وقت تکوں سے ٹک کر سترے گاڑے کا صاف سترا لباس پہنے ہو کر سوچ رہا تھا اور اس وقت پہلی بار مجھے غصہ ہوا تھا کہ وہ میرا حشمتی باپ ہے۔

میرا صرف یہ دکھائی دیا، غریبائی نہ لگنے، اس نے ہمت کی طرف دوڑنے سے منع کیا، تو میں نے سہاگاب بچے کو کہنا چکا۔

بچے بھی خاک کو دھرتی زد کی کھائی سے اٹھنے لگا ہے، لیکن وہ خاموشی کے ساتھ ہمت کو ٹھکراتا رہا، کہ سچا چارہ، میرا دوسری طرف گری ہو کر ہو گا۔
پہاڑا نہیں گھوم آؤ۔

اسی نہیں ہارنا، میں نے کہا۔
اس نے میرا ہاتھ پکڑ کر آہستہ سے ہمتی طرف کھینچا، اس کی گرفت کم زور اور باقی میں لڑائی تھی۔

میں نے کم زور کہا تھا، اس نے تھک رہا سر کھوشی میں کہا، میں نے اسے اور کم نہیں ہونے دیا۔
غصہ دہشت معلوم ہو گا۔

مجھے رنگ آمیز عکسوں والے ہاتھ دوڑنے سے باز آئے۔ میں نے کہا،
تساہی کر کے نہیں چاہیے۔

میں نے اس میں کہہ دیا تھا میں ہے، اس نے اس طرح سر کھوشی میں کہا،
بچے کو نہیں چاہیے۔

اسی میں تھک رہا تھا، اس نے کہا، اس نے کہا، میں نے اسے کھائی نہیں کہا، نہ دھرتی زد نہ ہارنا، میرا کہہ کر کہہ دیا، وہ کہاں میں اسی ہو گا۔ اس کے ساتھ اس کی حالت بگڑ گئی۔ میں نے اسے اس سے کہہ دیا، وہ مجھے دیکھنے ہی نہ کھڑا ہوا اور میں اسے باغ پکڑ کر گھسیٹتا ہوا باپ کے بستر پر لایا۔ اس نے کون کہا کہ اس کو دیکھا، میرا بچے، میری طرف دوڑنے دوڑنے

اس نے دھرتی یا سحر یا سحر میں پڑا ہوا اور پڑا
اسے جھک مت کرنا اور ہمارا انتظار ہے۔

میں نے استاد کی طرف دوڑ کر اس سے کہہ دیا کہ میرا باپ کسی چیز کا ذکر کر رہا ہے، لیکن استاد اس طرح کی صورت اختیار کیجئے کہ اس میں دیکھو رہا ہو، اس سے میرے باپ کی آنکھیں، میں کی جھکنا نہ پڑ گئی تھی، کہ وہ دھرتی معلوم ہو رہی تھیں۔

تو وہ کیا چیز ہے؟ میں نے اس پر جھک کر پوچھا۔
اس کی خاطر خون بہا ہے، اور دھرتی توڑا میں ہو گا، اس کی مشہیں کھینچ لیں۔ اس کی

خاص جو سحر ہو چکی تھی، پھر سحر ہو گئی۔
اس سے اس طرح کہ سمجھنا تھا، میری سحر میں نہیں آ رہا تھا کہ اس سے کہنے پر مجھے کیا کرنا

چاہیے۔ میں نے باپ کے دونوں کندھے پکڑ لیے۔ اب مجھے بھیج دیا گیا تھا کہ میں اس کا حشمتی بیٹا ہوں، اور میری سحر میں یہ اسی نہیں آ رہا تھا کہ اسے کہا کہ مجھے پکاروں، اس لیے میں اس کے کندھے پکڑنے کا خاموشی کے ساتھ اس کے پیروں سے کہہ رہے ہوئے، انکوں کو دیکھتا رہا، کہ وہ میرا

اس کی حالت اپنے آپ سنبھل گئی۔ اس نے ہمت صاف توڑا اور سنبھل کر بچے میں کہا،
پہاڑا گھوم آؤ۔

اس بار میں تھک رہا تھا، میں نے کہا، اس کے کندھے پکڑ کر انکوں سے باہر نکل آؤ۔

میرا باپ ہمت دین نہ دیا، آخری دھن میں وہ ناپاؤ کو خاموشی پکڑ دیا تھا، صرف کسی کسی آہستہ آہستہ کو دیکھنے تھا، لیکن پہلے پر کسی جانا نہیں تھا کہ اسے کیا نصیحت ہے۔ ایک بار جب میں نے ہمت اس سے پوچھا تو اس کے خاموشی دیکھنے پر خود کو گھٹے میں غائب کیا تو اس نے صرف اتنا جانا

مجھے معلوم نہیں۔

اسی کے دوسرے یا جس سے دین دوسرے کے وقت میں سہرا تھا کہ استاد نے مجھے سمجھنا کہ جانا دیا۔ آنگھ گھٹنے ہی میں نے سحر کیا کہ میرا باپ غصہ ہو گیا ہے۔ لیکن جب میں دوسرا اس کے بستر کے پاس پہنچا تو وہ مجھے زندہ دہ۔ میرا کو دیکھنے ہی اس نے ایک ہاتھ آگے بڑھایا اور میرا ہاتھ پکڑ کر ہلکی ہلکی کہہ گئے۔ اس کی آواز دہشت دھکی تھی۔ میں ٹھیک سے سنبھلنے کے لیے اس پر

جنگ کیا۔ پھر اسی سیری کے میں نہیں آتا کہ وہ کیا کر رہا ہے۔ بہت جنگ کو مختلف صرف اس
 سیر میں آتا کہ وہ کھڑا کون رہا ہے۔ اسی وقت وہ بے حوش ہو گیا اور اسی بے حوشی میں کسی وقت
 اس کا دم غل گیا۔

باپ کے مرنے کے بعد درجنگ میں باہل نہ سکوں رہا۔ میں نے بڑی سیر کی کے ساتھ
 اس کے تاریکی نکھارت کے پہلے میں اسکو سے صحت منظر دیا اور ہر بات کا غور فیصلہ کیا۔ لیکن
 بہت دیر تک غور و خوض کرتے ہوئے میرے سر کے اندر کوئی چیز غلطی اور مجھ میں ایک جوش پیدا ہو گیا۔
 میں نے اسی جوش میں فیصلہ کر لیا کہ موت میرے باپ کی نہیں، میری جانی ہے اور پھر یہ فیصلہ کیا
 کہ باپ بھی میں خود ہی ہوں۔ پھر مجھ کو یہ غور و خوض پہلے ایک مضمون پر مرنے لگے اور میں نے جب
 وجہات مخرجیں نکھیں، سمجھی سے دشمنوں کے گڑب گڑب اشعار کو بر سے وہی میں پہنچے کہ غور کو
 صاحب کر کے نکھ، ضرور کر دیا میرے باپ کا غور و خوض نے کے لیے جو ہائی ہوا تھا خاص میں
 سے مجھ اپنے اور انہیں باپ اور باہل میں کوئی کرکٹ غور و خوض اس کے دلی پر پہنچنے کے لیے جو سب
 کچھ اسکا کیا تھا جسے کھوں کو ملو کہ میں میں جھٹ لیا اور جب اسے نے کو چاہنے لگے خاص میں
 ہی دلی سیر ہی رہا، نہیں دلی میں کہ کسی ہمارا اس کی منیت میں پر کو نے کہ نہ ہی۔ میں نے اسکا ہر
 کچھ کوئی اس کے مرنے پر دلی ہر گز ہر گز نہ لگنے۔ آخر مجھے زور سنی پڑا کہ وہ اس کی اپنی ہر گز
 میں نہ کہ دیا کیا کیا دلی جانی منت حال پر مضمون کی پہلی سیر میں میں کہ مجھ کو اسکا ہر گز
 کچھ اور کے لیے میں اپنے باپ کی موت کو بھول گیا۔ لیکن میں نے اس مضمون پر اپنا قصہ ظاہر
 نہیں جو نے اور قاری کے باہل خوف مجھے چاند آگئی۔

میں دوسرے دن تک سو رہا۔ میں نے کئی خواب بھی دیکھے لیکن ان کا سیر سے باپ اس
 کی موت سے کوئی تعلق نہیں تھا۔

میں دن تک میں کھڑا کھڑا رہا۔ اسکو میں میں کئی بار آتا اور کچھ درجنگ مجھے جوشی کے
 ساتھ دیکھنے اپنے کے بعد وہ میں چھوٹا تھا۔ میں نے میں مجھے آتا کہ میرے باپ نے مجھ سے کچھ
 دوسرا نہ لگتا کہ کھڑا تھا اور میں نے جب مجھے کچھ کچھ میرے اسے عاشق کرنا شروع کر دیا۔ اسی عاشق

میں پھر آتا ہوں کچھ میں دیکھوں اسے وہ نہ سے میں داخل ہوا اور کھڑا رہی جی جانی کھینچ کھینچ کر
 دلی پر گر اسے اور پڑے بغیر میں کے دلی پھٹنے لگا۔ دلی پر غور دیکھیں کیا اور کھڑا تھا۔ وہ دلی
 کچھ میں کھڑوں کے اندر سے غل غل کر دلی پر اور غور و خوض ہونے لگیں۔ اسی میں سیری نظر چھانی
 کے قریب کھڑوں کے دھیر پر رنگے جو سے دلوں کے نیچے پر پڑی۔ میں اس کے قریب دھڑ
 گیا اور تک و شتاب اور دلت جانی قویں سو گیا۔

اسی رات میں نے خواب میں اپنے باپ کو دیکھا کہ وہ ہی گاؤ کی طرف کے آگے گھر ہوا
 ہے اور گداں سوز آواز میں دلت سے کہتی جانی کھلی کو دیکھ رہا ہے اور کھلی کی آنکھ چمک رہی ہے اور وہ
 بھی میرے باپ کو دیکھ رہی ہے۔

دوسرے دن میں نے اور دلوں کا فیصلہ اشعار، گھر سے نکلا اور بازار میں اپنے باپ کی جگہ پر ہا
 کھڑا ہوا۔ وہ پر جو کئی غل غل دلوں کو دلی سے چاہ چکے تھے، پھر میں ہی بہت دور تک اسی جگہ کھڑا رہا
 اور کئی نے میری طرف غور نہیں کی، یہاں تک کہ میرا استاد مجھے دھڑکھڑاتا ہوا وہاں آتا ہوا اور
 میرا ہاتھ پکڑ کر گھر دلی لے آیا۔ رات میں جب اس نے مجھ کو سمجھانے پر اسے کی کوشش کی تو
 میں نے اس کے کچھ نہ پھاڑا۔

کئی روز تک اسی طرح استاد سے میرا جھگڑا چلتا رہا۔ آخر اس نے میرے یہاں آنا مجھوڑا دیا،
 لیکن میرا کھانا وہ وہی دلی وقت پر دلی سے مجھوڑا رہا۔ پہلی گیلی آواز کہ چو کہیں اور جاتی جاتی
 کہ دلی دلی ہر گز میرے یہاں کھان کا دوسرا دلوں کھٹکھٹاتی ہیں اور کھانے کی جاتی میرے ہاتھ میں ختم
 کہ چھ باپ موت ہا نہیں۔

گھر ایک دن میں نے دیکھا کہ کھانا لے دلی ایک چو کہی کے چھکے اس کے کمرے پر ہاتھ
 دیکھے میرا استاد کھڑا ہے۔ مجھے دیکھ کر وہ آگے بڑھ آتا کہ درجنگ جوشی کے ساتھ میری طرف
 دیکھتا رہا پھر اپنے سینے کی طرف باہل سے اشارہ کر کے ہوا

”جب میں ختم ہو رہا ہوں۔“

اسی دن میں نے وہ دلی میں دلی بار سے غور سے دیکھا۔ اس کے چہرے پر جھڑکیں کاپہل
 تھا اور وہ سبوت سے زیادہ غیر مضمون جو رہا تھا۔ وہ کچھ ہم وہ غور بغیر کہہ بیٹے آگئے ساتنے

طاہرہ بی بی آپہائی نہیں۔

طاہرہ بی بی اس کی کوئی چیز؟

ہاں نہیں۔

توہ کتنی کمزور ہیں؟

طاہرہ بی بی ہاں نہیں۔

اس کے بعد وہ وہاں سے ہانسنے کے لیے نکلی۔ گھر پر وہیں سے صدودہ روزہ نہ کر لیا اور ڈرا دیا تا کہ پھر واپس آجائے۔ وہیں سے روزہ کھول دیا۔ چو کوئی سامنے کھڑی تھی۔ اب اس کے پاس میں اہل کی جگہ سرخ کپڑے کا گودا تھا۔ ہم بھول گئے تھے۔ اس نے بگے دیکھنے ہی سمجھا اور گودا میری طرف بڑھا دیا۔ یہ کہہ لے، کنبھیاں ہیں۔

کنبھیاں کنبھیاں؟

ہاں نہیں، طاہرہ بی بی ملے دی ہیں۔

میں نے صدودہ روزہ نہ کر لیا۔

چٹائی پر کھڑے ہوا کہ میں نے کونے کو کھڑا۔ وہ کسی دیر تک بہت نرم کپڑے کا پارہ تھا جس کے ایک کونے میں پرانی دھنوں کی کنبھیاں بندھی ہوئی تھیں۔ پارہ جہ میں سے فصل اہل کی خوشبو آ رہی تھی، اس لیے میں نے بھری سے کنبھیاں کھول کر اسے چٹائی کے پائنتی دھنوں پر ڈال دیا اور کنبھیاں کو گھٹنے لگا دیں۔ میں نے بگے کا رنگ حال ہی میں صاف کیا تھا۔ سب سے بڑی نگہ، جس کے چاروں طرف ہار یک ہار یک بندے کھڑے ہوئے تھے، بگے استاد کے چہرے سے صاف نظر آئی تھیں وہ بہت کاسب میری سمجھ میں نہیں آیا۔ میں نے کنبھیاں چٹائی کے نیچے رکھ دیں اور ایک ہار پھر بہت کر کنبھیاں بند کر دیں۔ بگے اسی جگہ پر اپنے باپ کا ہاتھ آتا تھا جس نے اپنا بدن اٹا کر پھر بچھا دیا۔ میری اڑی کو نرم کپڑے کا لمس محسوس ہوا۔ میں نے کنبھیاں بند کیے تو جہ کہ سرخ پارہ جہ کو اٹھا لیا اور اس کا گودا کر اور دیکھنے کو خدا کہ بگے محسوس ہوا اس میں سے اہل کی خوشبو غالب ہو گئی ہے۔ میں اسے اپنے دھنوں کے قریب لایا اور

بگے شہ جہ کہ اس میں کوئی نور خوشبو محسوس ہے۔ میری آنکھیں میری خواہش کے بغیر کھل گئیں۔ میں نے پارہ جہ کو پھر کھول کر دھنوں، کنبھیاں پر بچھا لیا۔ یہ ایک بڑا دھول شامس کے پتے میں بہت بگے سبز رنگ کے، جیسی دھانکے سے ایک کھل کڑھی ہوئی تھی۔ اس کے سنبوں کا حال مجھ سے بھولے پھندوں سے بنا گیا تھا اور جگہ جگہ سے ٹوٹا ہوا تھا۔ لیکن اسی وقت میری قوم کھل سے زیادہ اس پر ہم خوشبو کی طرف تھی جو پورے دھول میں گھٹ کرئی محسوس ہو رہی تھی۔ میں نے دھول کا پھر سے کھانا بنا لیا اور پوری سانس کھینچ کر اسے سونگلا۔ خوشبو بہت آہستہ آہستہ آ رہی اور پھر خوب جاتی۔ جیسے کوئی سوتے میں سانس لیتا ہو۔ بگے خوشبو سے دلچسپی اور عطاریات کی ادھی بھلی تھی مگر اس مرتبہ خوشبو کا کوئی بھی سرا میری شناخت میں نہ آتا۔ میں نے اسے اور تک سہر ڈنڈے دھواں سے سونگلا اور بگے ایسا محسوس ہوا کہ وہ بڑی آہستگی کے ساتھ دھول سے نکل کر میرے پیچھے میں آگئی ہے۔ میں اسے وہاں تو نہ سنا لیکن بگے بھیجیں ہو گیا کہ اگر وہ ابھی تیز جاتی تو اسی وقت میرا دم ٹٹٹ جاتا۔

اب ٹونڈ سے میری آنکھیں بند جو نے تھیں تو بگے دھنوں کا خیال آیا کہ میں اپنے باپ کے سر سے کی جگہ پر لٹا ہوا ہوں اور ابھی ابھی میں نے اپنے استاد کے سر سے کی خبر سنی ہے۔ لیکن اس خیال کا کوئی اثر ظاہر ہونے سے پہلے میں ہی سو گیا۔

میں نے اپنے استاد کو دیکھا، لیکن خواب میں وہ بگے ایک خوشبو لڑکی نظر آتا تھا اور اس پر جیسا کہ خوابوں میں اکثر ہوتا ہے، مجھ کو زرا بھی محب نہیں ہوا۔

عطرِ کافور

For on its wing was dark alloy,
And as it flutter'd - fell
An essence - powerful to destroy
A soul that knew it well.

- Edgar Allan Poe

کہ طوبہ آید و باندہ از دستان
کو است صبا کہ آن بر گدا گیا شد
.....

ہیزوں کے حلقہ ۱۱۲، اس لیے کہ کلاں اپنی خوشبو کے ساتھ ساتھ خود بھی اڑتا رہتا ہے۔ یہ ممکن نہیں کہ کلاں، ہائی، بے دور اس کی خوشبو لڑا جائے یا چونکہ ممکن ہے کہ کلاں اڑ چکا ہو مگر اس کی خوشبو ہائی ہو۔

لیکن میرے خطہ کلاں، جس کا کلاں کی خوشبو موسمی نہیں ہوتی۔ اس میں کوئی بھی خوشبو نہیں موسمی ہوتی۔ یہ سیدہ بیٹی کے لچکے سے چاکور، تھاپی میں بھرا ہوا ایک بیلنگ گول ہے۔ گول دھنکنا جاتے ہوئے انہوں کے ٹھک دبانے سے کسی قسم کی خوشبو نہیں نکلتی اور گول کو سہ لگنے سے قلی ورنائی کا احساس ہوتا ہے۔ لیکن دوبارہ چوری سانس کھینچ کر سہ لگنے سے اس ورنائی میں کچھ دھمائی دیتا ہے۔ کہ سے کم بگے اڑا رہی موسمی جاتا ہے۔ دوسروں کو کچھ موسمی ہو گا، میں نہیں کہہ سکتا اس لیے کہ میرے سوا کسی اور نے خطہ کلاں کو خاص شکل میں نہیں سوا لگی ہے اور لگی سب میں اس پر کسی خوشبو کو قلم کر کے کوئی خط لکھتا ہوں خود لگنے والوں کو موسمی جاتا ہے کہ اس خطہ کی عام خوشبو کے لچکے کچھ اور بھی ہے۔ ظاہر ہے وہ اسے پہچان نہیں سکتے اس لیے کہ میرے خطہ کلاں میں کوئی خوشبو نہیں ہے۔

کلاں کی طرز خطہ کلاں کو بھی پہنچے آپ اڑتے رہتا ہے اور اپنی خوشبو کے ساتھ ساتھ اس سے پتلے ہی، ختم ہو جاتا ہے۔ میرا گول، یا ہوا کچھ بھی اسے کھا جائے، صرف یہ ہے کہ میں خطہ کلاں کو اس کی خوشبو کے ساتھ ختم نہیں جاسکتا تھا۔ جب میں کلاں کی شکل میں تھا ہوں خاص اس کی خوشبو اڑتی تیز ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد میں گول کو دھکائیوں اور اس کی خوشبو کو ہائی ہو سکتا ہوں۔۔۔ کبھی کبھی یہ خوشبو اس طرز کی ہو جاتی ہے کہ گول اور سانس ہائی میں قلی نہیں رہتا اور میں اسے چھوٹک دیتا ہوں، لیکن ایسا صرف اس وقت جاتا ہے جب اس عمل کے دور میں میرا دھیان جھٹکا اور باؤ رکھا ہے۔ میرا دھیان آسانی سے نہیں جھٹکتا۔ جب میں خطہ کلاں دبانے میں لگ جاتا ہوں تو ڈسے شور، جھگڑائی نہیں دیتا، قریب کی آوازوں میں کچھ نہیں سنائی دیتی، لیکن دور سے آتی ہوئی کسی پرانے کی دھمکی یا پھر بانسی ہی کوئی بسم آواز میرا دھیان جھٹکا دیتی ہے۔ میرا باؤ رکھتا ہے اور جب میں دوبارہ اپنے کام کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تو دیکھتا ہوں کہ سیدھی ڈار کی طرز اور یہ کہ کھینچی ہوئی خوشبو کا آغری سرا گول میں سے باہر

خطہ دبانے کا وہ پہلو اور نازک قلم جو کہ ہم ناخوش سے چھو آ رہا ہے اور سب ختم ہونے کے قریب ہے۔ کچھ خاصہ ختم ہو چکا، میں نے نہیں سیکھا۔ مسواقی خوشبو میں تھک کر لے کے نئے طریقوں سے ہی میں واقف نہیں، اس لیے میرے دبانے ہوئے خطہ کسی کی سمجھ میں نہیں آتے اور اس لیے اس کی شکل تھک کر لے کر میں بھی ابھی تک کسی کو کھانا نہیں ہوتی ہے، اس لیے لوگوں کو خیال ہوئے گا کہ میرے علم میں خطہ بات کے قریب لگے ہیں جنہیں میں اپنے جتنے ہیں لیے ہوئے مسواقی ہو جاتی گا اور اس لیے کبھی کبھی میرے دھمکے جاتا ہے کہ ان لوگوں کو اپنے بعد کے لیے کھانا کر چکیں۔

میں جہاں میں خاص قلم دیتا ہوں، اس لیے کہ میرے تھک کر لے کے خطوں میں کوئی خاص بات نہیں سوا اس کے کہ میں عام خوشبو کی خطہ کلاں کی دھمکی پر لگا کر لے جاؤں۔ میرا دھمکنا جہاں خطہ اصل میں خطہ کلاں ہے جو کسی دوسری ناخوش خوشبو کے خطہ کا جیسے بنا کر سامنے آتا ہے۔ میں نے خوشبو کی بہت تجربے کیے۔ ایک دبانے میں تو میرے پاس خوشبو اور ہیزوں کا دھمکنا دھمکنا ہو گیا تھا کہ اس کے قریب کھڑے ہونے سے سر پکڑنے لگتا تھا۔ میں میں سے ہر ہیز کی خوشبو اپنے آپ چھینتی اور اڑتی رہتی تھی۔ آخر ایک وقت ایسا آتا تھا کہ ہیز ہائی رہتی اور اس کی خوشبو اڑ جاتی تھی اور شافقت کے لیے ہیز کو دیکھنا یا چھو نہ پاتا تھا۔ لیکن کلاں کو میں نے ان

محل کی چھت کی طرف جا رہا ہے اور اسے واپس نہیں لایا جا سکتا۔ اپنی محنت کے لایا جانے کا میں انوس نہیں کرتا اور وہ بار بار اپنے کام میں لگ جاتا ہوں۔ پھر میرا وہاں نہیں جھٹکتا اور میں دیکھتا ہوں کہ جتنے محلوں کی خوشبو اور آفتے کے لیے دودھ کر دی ہے۔ میں محلوں کو آہستہ آہستہ گودش و دھاتا میں یہاں تک کہ اس میں چھوٹا سا بھنڈا پڑنے لگتا ہے۔ خوشبو اس بھنڈے کے ساتھ گھومتی ہے، پھر ایک گھنٹہ لگنے کے لیے طرح اور آفتی ہے۔ میں اسے آفتے دھاتا ہوں۔ اس کا پتہ سرا گھومتا جا چھت کی طرف ہانے لگتا ہے لیکن جب اس کا آخری سرا پھر آئے تو چھتا ہے تو میں محلوں کو دوسری طرف گودش و دھاتا ہوں۔ یہاں تک کہ اس کا چھوٹا سا بھنڈا آگے گھومتے لگتا ہے اور خوشبو کا گھرو، گھوٹا چھکے دھنسا شروع ہوتا ہے۔ میں کبھی وقت کا حساب نہیں کرتا، پھر ہی میرا خیال ہے اس میں بہت دیر گنتی ہے لیکن میں اپنا ہاتھ دکنے نہیں دھاتا اور محلوں کو باری باری ایک طرف اور دوسری طرف گودش و دھاتا ہوں۔ آخر بار بار پھر آفتی اور چھکے دھنسنے جاتی خوشبو نکھال جا کر دھنسا شروع ہوتی ہے۔ اسی وقت کوئی چیز اس کی طرف سے میرا دھیان نہیں بنا سکتی۔ خوشبو آہستہ آہستہ ابھرتی اور دھنسنے رہتی ہے اور اسی میں کئی وقت قاتب ہو جاتی ہے۔ بعد رنگ محلوں کو میں سیدھے آفتی کے چھکے سے چاکر کر نہیں میں پھر اس کا قاضی کرتا ہوں اور اس کی طرف سے لہندا دھیان دھاتا ہوں۔ پھر سیدھے جلی میں میرا ہاتھ اس کی طرف پڑتا ہے۔

دورانی کا احساس، پھر اس دورانی میں جبکہ دھاتی دھاتا، صرف محلوں کے ساتھ چھکے پر موقوف ہے لیکن اس دورانی میں جو کہ دھاتی دھاتا ہے وہ محلوں کے چھکے سے پھٹتا ہوتا ہے۔ محلوں کا گھر کا پھٹا اسی پر موقوف ہے۔

۲

چھکے پر دھنوں کی زیادہ دھیان نہیں۔ انہیں میں تو میں لگے چھکے گھریلو پر دھنوں سے زیادہ کے نام ہی نہیں جانتا تھا، انہیں جب کوئی خوشی تو تو پر دھن سے میرے مکان کی منڈ پر یا باج کے کئی اور وقت کی

خوشی میں جاتا تو میں گھر کے باہر سے اس کا نام معلوم کرتا اور اسی دھیان میں جاتا لیکن خدا میرے گھر میں جو رہتا ہے اسے ہانے ہانے سے اس سب کے لگ لگ انسان نام میں رہتی رہتی سے رکتا تھا۔ میں میں سے کئی کئی بار نہ کہ جب میں اپنے دھن سے نام سے پڑتا تھا تو وہ دھاتی میری طرف متوجہ ہو جاتا تھا۔ پر نہ سے رہتے رہتے جاتے تھے اور۔ میرے دھن سے گھر کے چھکے کے چھکے وہاں تک کہ پھر گودش و دھاتا ہوں۔ پھر یہی جاتا تھا۔ میں اس کا نام لکھتا تھا۔ اب میں ایک کے سوا اپنے دھن سے نام سے نام بھول جاتا ہوں۔ اور جو چھکے پڑا گیا ہے وہ انسانی نام نہیں تھا۔ وہ کئی بار نہ سے کا ہی نام نہیں تھا۔ وہ نام میں نے ایک تصویر پر نہ سے کا رہا تھا۔

یہ تصویر میرے ہی گھر کے کئی کئی نے بنائی تھی، اور میں کہہ دیتی کہ خوشبو ہی وہی ہو رہی تھی اسی لیے تصویر کو میں نے گھر کے کئی کئی نے بنائی تھی اس طرح دھاتی دھاتا کہ میں دھاتی دھاتی ہانے ہانے کی طرح سب سے چھکے اسی پر پڑتی تھی۔ اور نہ آتے دھاتی دھاتی کہ وہ ایک تصویر دھاتی دھاتا تھا، پھر قاتب جا کر فور سے دھکتا۔ وہ دھاتی دھکتے کے کئی کئی چیز تھی۔ بنانے والی نے سیدھی دھاتی کھنسی کے چھکے پر کئی وقت کی چھاتی ایک دھاتی کھنسی طرح کی شکل میں قاتب کر چھاتی تھی۔ اس کے فور دھاتی کے چھکے اصل خنڈ پر ہی چھکانے تھے۔ آنکھ کی جگہ سرخ چھکے کا کئی دھاتی دھاتا تھا، جو چھکے کے کئی کئی دھاتی کے کاتوں سے جاتے تھے لیکن پر نہ سے کے چھکے دھاتی پر لگے ہانے کے ہاتھ اس سے زور اور آفتے ہوئے تھے، اس لیے کہ میں نہیں آتا تھا کہ پر نہ دھاتی پر نہ دھاتی دھاتی پر نہ دھاتی دھاتا ہے۔ شاید اسی لیے اسے دور تک دھکتے سے لگتی ہی جاتے تھی۔ لیکن میرے خانہ میں میں ہی سمجھتا تھا کہ اگر ہانے ہوئے پر نہ سے کی تصویر ہے۔

میں اسے کھنسی پڑا دھاتا تھا۔ سیدھی دھاتی کھنسی کے چھکے پر اس کی صفات داخل جاتی دور چھکے دھاتی کی سیدھی دھاتی کہ خنڈ کا موسیٰ ہوئے تھی تھی۔ دھاتی ہی خنڈ کا چھکے کا دور کو ہی دھاتی کہ موسیٰ جاتی تھی جو میرے گھر میں آنکھوں سے دور دھاتا اس لیے کہ جہاں سے یہاں کا دور کا دور جاتا تھا۔ یہ جو وقت ہاتا تھا اور خنڈ کا دور چھکے تھا۔ ایک دن گھر کی ایک خانہ اس درجہ کے

چلے پتھر کی بڑی سیل پر کھڑے تھے۔ وہی تھی جو میں اس کے قریب دیکھا تھا۔ طائر کی کام سے
 اٹھ کر گئی تھی۔ میں نے پتھر پر بیٹھنے سے ملوث کو سمجھ کر اس کی ڈھیری بتادی۔ پھر اسے کھینچی
 سے دوا کر کر جو کھڑا ہو چھوٹے گا۔ اتنے میں طائر واپس آ گئی۔ اس نے پکار کر کہی سے میری
 شکایت کی۔
 "وکیلجے سب طراب کر رہے ہیں۔"

اور میں باخبر ہوا تھا کہ اٹھ کھڑا ہو۔ سیل پر بیٹھنے سے ملوث کو دیکھ کر مجھے بڑے
 کمر سے دالے پر نہ سے کہنے لگے جو سے انڈوں کا اور اسے دیکھ کر محسوس ہوئے والی شرم کی کھال
 آتا اور اسی دن سے میں نے اس کا نام کھڑی چڑیا کر دیا اور میرے گھر میں اس کا سی نام پڑا تھا۔
 اس لیے کہ اس کا اصل نام کسی کو نہیں معلوم تھا، بلکہ اصلیت میں اس قسم کے پرندے کا نام
 وجود بھی نہیں تھا اور بنائے والی نے محض اپنے تصور سے ایک شکل بنائی تھی، اہمیت اس میں کسی
 پرندہ کی کی مشابہت موجود تھی جس میں بعض شکری پرندے سے بھی تھے۔ مجھ کو یہ سب نہیں معلوم
 تھا لیکن ایک دن میں نے شہر پر سے آتے ہوئے کچھ مسافروں کو پرندے گھر سے میں گھڑی کے نیچے
 کے سامنے دیکھا کہ اٹھ کھڑا۔ وہ کھڑی چڑیا کے بدن کے ایک ایک حصے کی طرف متوجہ کرتے
 جو سے حضرت پرندوں کے نام سے لے کر ایک دو سرے کو کافی کر رہے تھے۔ ان کی شکل کا
 زیادہ حصہ میری سمجھ میں نہیں آتا لیکن درمی دور میں کھڑی چڑیا جگے کوئی تھی پہچان دینا میرا
 ہوئے لگی۔ اور مسافروں کے سامنے کے بعد میں نے ایک آتشوں دن کے سامنے کھڑا اسے دیکھا اور
 دیکھا کہ اس کی بدلت میں کوئی پہچان کی نہیں تھی۔ میں نے اس کی ایک ایک چیز کو غور سے
 دیکھا کہ آخر مجھے چھین ہو گیا کہ بنائے والی نے اسے بڑی سادگی اور آسانی کے ساتھ خوشی پر ہی میں
 بنا دیا ہو گا اور میں خود بھی کسی شکل کے بغیر اسے بنا سکتا ہوں۔ کچھ سمجھتے ہی جوتی کہ ابھی تک
 میں نے اسے بنائے کی کوشش نہیں کی، اور اسی وقت میں نے اس کے لیے سادہ انش کرا کر شروع
 کر دیا۔

اس کے بعد کئی دن تک میں گھڑی کا ایک تختہ پتھر میں بنے کھڑی چڑیا کے سامنے کھڑ
 اسے بنانے کی کوشش کرتا رہا۔ لیکن مجھ سے اس کی ایک چیز میں نہ ہی سکی، یہاں تک کہ پرندے

کہتے ہیں، کچھ مسافروں کے خیال سے ہر وقت صاف شہر اور آواز سے دیکھا جاتا تھا، ہر طرف تھی
 ہوتی رہتی تھی گھر سے اور اسے آگے سینہ پر بیٹھتے رہتے تھے اور وہی معمولی سی پاندروں کے بعد
 آخر مجھے پرندے کہتے ہیں ان سادہ لٹنے سے مائل رہا کہ کسی گاہ، اب میں اپنے ہونے سے کہتے
 میں چڑیا کر کام کرتے گا۔ لیکن مجھے یاد رہا کہ اٹھ کر حضور کو دیکھنے ہانا پڑتا تھا۔ اس میں مجھے زیادہ
 حوصلہ نہیں ملے کہ جاتا تھا اس لیے کہ میرے اس کر کے کا ایک پرندہ پرندے کہتے ہیں گھٹا
 تھا۔ میں کچھ دن تک کھڑی چڑیا کو غور سے دیکھتا رہا اور اپنے گھر سے میں آتا اور گھڑی کے
 نیچے پرندہ کی سی شکل دیکھا شروع کر دیا۔ کسی کبھی مجھے خیال ہوتا کہ میں نے اس کا کوئی حصہ
 مائل سمجھ لیا ہے لیکن اب میں دوسرا حصہ بنانا تو بہت حصہ خط معلوم ہوتا تھا اس کی وجہ سے
 دوسرا حصہ بھی خط معلوم ہوئے کچھ لیکن اتنی مشکوں کے بعد بھی یہ خیال میرے دماغ سے دور
 نہیں ہوا کہ میں اسے آسانی سے بنا سکتا ہوں اور خوشی خوشی ور یہ میں اس کے سامنے ہا کھڑا
 ہوتا اور محسوس کرتا کہ وہ مجھ سے ہی کہیں نہیں پائی۔

ایک دن اور اس کے وقت میں اس کے سامنے کھڑا ہوا کہ میرے ساتھ کا کھینچنے والا ایک
 لڑکا مجھے اس کا سامنا کر رہا کہ میں نے آگاہ کچھ دن تک وہ بھی اسے دیکھا اور پھر یہ کہ
 "مائل رہی ہی ایک وہاں خوشی ہے۔"

میں نے پوچھا۔
 "کھڑی دالے چڑیا،" اس کے ساتھ اور باہر کی طرف اشارہ کیا۔
 "تمہارا گئے تھے؟" میں نے پوچھا۔

اس نے اذیت میں سرعہ اور یہ کہ
 "میں تو وہاں جا رہے ہیں۔"
 اب وہاں کوئی ہوگا۔ میں نے
 کوئی نہیں۔ تالی پڑا ہے۔

میں نے کھڑی چڑیا کی طرف اشارہ کر کے پوچھا۔
 وہ مائل رہی ہی ہے۔

”پاشوں میں ٹھیک سے دیکھائی نہیں دے رہی ہے۔“ اسی نے کہا، ”نہیں یہ ہاتھ ایسے ہی ہیں۔ چل کر دیکھ لو۔“

اسپیکٹروم کی شکل

نہیں، سوئے سوئے ہے، لیکن

— 22 —

جس کو کہیں بھی لے جائیں وہیں وہیں ہر گز نہیں آئے۔

بھانپنے کے مغربی سرے کی طرف بڑھتے جاتے ہیں ان سے پھر دو ہلکتے کہتے:

تبدیل کی ضرورت

— *Ch. 10, § 10.1*

وہ زیادہ تر غلامی ہی گزار رہا تھا۔ اس کاٹے میں جہاد سے نکالنے کے علاوہ وہی ایک مکان تھا۔ اس کا حدود دروازہ باہر سرنگ پر گھنٹا تھا لیکن اس کے فرش سے چھٹی میں کا پتھر دروازہ اٹاٹے میں جہاد سے حدود دروازے کے ہیں سامنے تھا۔ اس کے ڈیوڈ پیچھلے پٹ لگی تھیں پر گنگے سے تھے اور سنی میں قریب قریب ہم گنگے تھے۔ پھر بھی میری عمر کے آگے جہاد بن سمٹ کر ان کے دروازے سے گزر چکے تھے۔ جب وہ مکان خالی ہوا تو میں اور میرے دوست اٹاٹے میں کہنے کہنے کہیں کہیں کسی کسی اس چھٹی میں بھی چلے گئے تھے۔ وہاں جہاد سے آنے والے کارکن بھی ڈیوڈ ٹیبل والا پھانسا دروازہ تھا۔

اس دور کے ہیں سے ہادی ہادی گزرا کر جم جم میں داخل ہوئے۔ درخت تک پہنچنے کی چوڑی کے پاس جو میں نے دور سے دیکھا کہ کچھ سے میں نے نظر دوڑائی۔ چار چھٹائی کی کھڑت سے وہ اسی طرح جھلک رہا تھا۔ گندہ گندہ کے چھوٹے ڈبے ڈبھیروں میں ان لوگوں کی لٹائیاں تھیں جو اس مکان میں آکر رہتے اور چلے جاتے تھے۔ میں نے ہر ہیرو کو سرسری دیکھا اور اپنے آنکھ سے بڑھا۔

1999

اس نے جو شے پر اٹھ کر کہہ کر مجھے چپ کر پادور پیراؤں دے دی ہیں جتنے جو اسے
 جانب کنوئیں کے قریب تھیں۔ کنوئیں میں، کوڑے اور درخت کی ٹوٹی ہوئی ٹہنیوں سے قریب
 قریب پٹ تھا۔ پادور اس میں گھسائی سے چسپ ہوئی شے ہل دینوں کی صرف وہ تھیں جو پڑی
 ٹھنڈی رکھی ہوئی تھیں۔

درخت صحر کی انہیں دیوار اور گھوڑوں کے چکر ہیں خدا ایک طرف دیوار کی نوک ہونے کی وجہ سے اس کا زیادہ حصہ گھوڑوں پر چھکا جاتا۔ ہم تو اس پر چڑھتے نہیں تھے اس لیے کہ اس کی ذاتی نشانیوں دیکھنے میں مسیحا کا آئی نہیں لگتی اور اس وجہ روایت نہیں کر سکتی تھیں۔ اس کے ٹرسے کوئی باتیں پر ہلکے ہلکے نہیں تھے میں نے زیادہ تر گرجوں کی رستہ جی جی اور پانی میں لگی کی ڈالنے پر کھینچی ہوئی تھی۔ اس وقت جو رستہ تھی اس لیے درخت بے حرکت تھا اور مراد اس ماحول میں جو رہا تھا وہ اپنی توجہ اور درخت ایک ساتھ اور ایک ہی طرف سے تھا اور اس جھنڈی کی وجہ سے نور بھی مراد ماحول میں ہوتا۔ اگرچہ زیادہ تر دیواروں کی خاص میں سے ہر جہت کی توجہ لگتی تھی اور اس کے ایک دو نشے ضرور نوٹ کر دیں پر آ رہتے تھے۔

سیر اس سختی و سخت کے بچے گم گویں جو پڑا ہے اس کی حالتوں کو دور سے دیکھ رہا تھا۔
 اس میں بے توجہی تھا جو اس کے قریب کھینچ گیا۔ درخت کے تنے سے چڑھا کہ اس نے فوراً
 دیکھا۔ اس کے ہاتھ پڑے اسے لگے تھے اور کرنے کے قریب تھے۔ جھن جھن پتوں کے چکا چکی
 چلنے سے کھل گئے تھے اس کے نیچے کھلی گھاٹی سفیدی نظر آ رہی تھی۔ بچے کی ہر اس کھلی جاتی
 جگہوں پر کسی سفید پرندے کا شہ جو۔ آخر سیر سے سختی سے سیر سے ہوا جی گئی اور کراچی پھر
 اور ایک طرف متحرک کیا۔ نہیں چارے سے پتوں میں کہ چھپے جو سیر ہو۔ گھبراہٹ کی آواز سے جیسے ہوا پر
 شروع ہو کر بچے گھاٹی سفیدی کا گلیں جو۔ پھر اس سفیدی کے ایک طرف کھنڈر پر ہوا کی گڑبگڑ
 نظر آئی۔ پرندہ دست بدستی پر نہیں تھا جو اس کا سفید پتوں میں چھپا تھا جس میں سفید سفیدی جاتی کو
 اڑا رہے تھے۔ چارہ کو میں درخت پر چڑھ چکا تھا جہاں اس میں سفید اڑا رہے تھے۔ بچے کو دیکھنے کی کوشش کی
 تھی اس وقت تک میں تنہا پر ایک ہوا پر دیکھا تھا۔

1000

اسی وقت ہوا میں سے پتے میں صرف ایک ہوا اپنے ساتھیوں کے گرد بچھا تھا

لیکن کچھ دور تک جا کر آتا تھا اس لیے کہ میرے سب ساتھی مجھے ضرور جیتنے دیکھ کر ہائی
گھڑے ہوئے تھے لیکن مجھے وہ اندازہ ہو گیا تھا کہ ہر کاروبار میں جوڑا سے جیروں خست کے ہر کچھ
بچھا جا سکتا ہے۔ اسی انداز سے کام لیتے ہوئے میں نے ساری حالتوں کے سامنے سے گزر کر
خوف بڑھا کر فروغ کیا۔ آخر میں اتنی بڑی پراختیاں کیا کہ پندرہ سو سو روپے دینے والی تاجریں آتھیں
خدا میں نے انہیں ہاتھ سے ایک جان کو بچتے ہیں کیا اور اس کے بچے وہی جان پر منبھائی سے پیر
جما کر اپنے ہار سے ہون کر پندرہ سو کی سمت بھجوا دی۔ اس کا صرف ایک طرف کا ہار دکھائی دے گا۔ با
خداور میں اس کے دونوں بازوؤں کو ایک ساتھ گرفت میں لونا چاہتا تھا تاکہ وہ پھر چڑھ نہ سکے۔ اس
کو قفس میں میرا ایک پیر بچہ وہی خانہ پر حضور آگے بڑھا اور خانہ آہستہ سے چر چرائی۔ بچے سے
میرے ساتھی نے پکار کر کہہ کر۔ میں نے ایک جھگٹے سے دونوں پیر اٹھا کر وہی خانہ کو اپنے
ہاتھ کے پتے میں لٹکایا۔ میرا دوسرا ہاتھ پندرہ سو سے کچھ گھڑا تھا۔ بچے وہی خانہ پر چر چرائی اور
پیر اور خست ایک ساتھ بد۔ میرے ساتھی نے پھر پکار کر کہہ کر لیکن اتنی دور میں پندرہ سو سو سو
میں آچکا تھا۔ میں نے چر چرائی ہوئی خانہ کو دیکھا اور بچے اترنے کے لیے کئی دور خانوں پر مادی
مادی پیر لٹکایا لیکن میرا پیر لگتے ہی اس کی کڑوی طاہر ہو جاتی تھی۔ پندرہ سو والے ہاتھ کو میں سیدھا
آگے بچھانے ہوئے تھا اور اس میں دودھ کر لگتی تھی مڈلی مٹس ہو رہی تھی۔ صرف ایک ہاتھ کی
مدد سے کئی طرح بچہ پڑھتا تھا میں نے بچے آگے بڑھا دیا میں نے پراختیاں سے پیرا تو ہونے کا غور کر لیا۔
میرا ساتھی آگے بڑھ کر کھٹ کر میری طرف آدرا تھا کہ وہی خانہ پیر پر جہت کے ساتھ کہیں
کے دھانے پتے کی کئی اور میرا ساتھی اس کی تاجریں آگے میں سے ہٹا کر ایک طرف کھینچا اور
پیر کھڑی پیر پر ہٹ کر کھینچا ہو گئے۔

۱۔ زل گھڑا۔ میرے ساتھی نے دینے کیڑے چڑھانے ہوئے پیرا دیا۔ میں نے وہی مٹس کی
طرف دیکھا۔ میرے ہاتھ پر چھوٹی چھوٹی تلی چھ تلیاں ہونے لگی تھیں اور پندرہ سو کو مارا ہوا اور
اگر سے کہہ کر خدا۔ اس کے ٹھیکے و تلوں میں تاجریں کے گھٹے ہوئے جان کا کچھ مصر لیا جا رہا تھا
گوہوں کھینچنے پر چھٹک آتی تھیں۔ وہ آگے بڑھ کر کئی مٹس کے دائیں جانے کا
انگوٹھی چھ پندرہ سو کو میں نے اپنے ساتھی کی طرف اشارہ کیا اور اپنے ہاتھ پر دھنکی ہوئی

اس کے بعد سے کھڑی چڑیا میں میری دل چاہی ظہور گئی اور میں پیر سے دوسری تیرجی بنانے
میں لگ گیا۔ جب میں بہت چھان تھا اس وقت ہی میری حالت تھی کہ دوسرا سو کی سیدھا
تیرجیوں کو کئی طرف آگے میں چڑا کر سب سے پہچا کرنا تھا کہ میں نے کیا پیر بنائی ہے۔
کو دالے کئی پیر کا کام لے دیتے اور کچھ پیراں آگے میں سے دھانسی وہی پیر بنائی ہے، بلکہ
میں وہی پیراں کو پیراں کے پتے ہی سے اس تیرجی کے دالے کا ٹھیل خدا اور میں وہی گورگری کے
نوسے کو خراش کے لیے ڈالے کر سے میں آگے میں پر جا رہا تھا اور اسے کھڑی چڑیا سے کم نہ
کھینچا تھا۔ میں وہی بنائی ہوئی تیرجیوں کو کھولنا دھن پر تیار نہ جاتا بلکہ ایک بار جب میں نے کھڑی
کے دھانسی لگائی تو آگے میں بانہ خدا کے پیراں کیا کہ میں نے بہت عرصہ گاڑی بنائی ہے تو میں
کئی دن تک نہ کرنا بلکہ میرے گھر سے اسی گاڑی پر سوار ہو کر باہر چلا گئے، لیکن وہی بنائی

راک۔ پرندہ اب نظر نہیں آ رہا تھا لیکن دور اسیر سے سامنے ٹھک رہا تھا اور میرا ہاتھ اس تک پہنچ سکتا تھا۔ میں نے مڑ کر اپنے سامنے کی طرف دیکھا اور ایک بار پھر اسے چھپ رہے کے کاغذ کی انگلی اسی وقت بگے پہلوں کی آواز سنائی دی اور جب میں برقی کی طرف مڑا تو دور سے کاغذ اور راکہ کی سیر کی پہنچ سے باہر جو چکا تھا۔ میں اپنے سامنے کے ہاں دیکھ کر آگیا۔ پرندہ اب تیز رفتار سے دور میرے مکان کی طرف جا رہا تھا۔ لیکن ایک سیدھ میں اڑنے کے بجائے وہ کبھی داینی طرف مڑتا تھا، کبھی بائیں طرف، جیسے کوئی دھبے پر لکھ رہا ہو اور رہا ہو، اور سیدھ دور اس کے چھکے جانب کی طرف لہریں لے رہا تھا۔

”ٹوٹی بی ہے تا“ سیر سے سامنے لے کر چلا۔

میں کوئی جواب دینے بغیر پرندہ سے پار نظری ہوا سے رہا۔ اب وہ اس مکان کے صحن کی دھڑلہ کر کے ایک جگہ پر جا کر رہا تھا اور پھر کچھ کے ساتھ کچھ نکلتا جاتا تھا۔ آخر وہ دور کے چھکے پہلو کی طرف سے واپس آ گیا۔ کچھ دور بعد وہ اسی جگہ پر آ گیا۔ اس نے تیزی سے پر پڑھانے اور پھر کچھ دھڑلہ کیا۔ پھر وہیں پر آ گیا اور کچھ جڑا میں ایک ہی جگہ پر کھڑا رہا اور پھر تیز رفتاری پر آہستہ آہستہ کچھ جھٹکا اور غالب پر گیا۔ ہم اس کے اوپر لے کر اٹھ کر آئے، سیدھ لیکن وہ پھر نہیں اُپر آ۔

”وہاں کیا کر رہی ہے؟“ سیر سامنے دور کے پار نظری ہوا سے ہوا۔

بگے پہلوں کی بجلی کو گڑا ہٹ سنائی دی اور ٹھکے سر سے آسمان پر کئی جگہ بجلی کے ٹھنڈے ہی کر تابہ جو ٹھک اسی وقت بگے پہلو آ رہا تھا اسی وقت سیر سے سامنے لے کر آ گیا۔

”وہاں پر کنوئی دھڑلہ ہے۔“

ہم نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور چپ ہو رہے۔ اور گڑا ہٹ کی آواز نے ہمو سے بد لہ، پھر کچھ بجلی اور دھڑلہ کو چھو کر آہستہ آہستہ اٹھتی ہوئی آسمان میں گھر رہ گئی۔ میں نے اپنے سامنے کا ہاتھ کھولا۔

”پہل“ میں نے کہا، ”آگے پھر لوں۔“

”نہیں،“ وہ دھڑلہ اور ہاتھ پھر لے لے۔

”پہل“ میں نے پھر کہا۔

”نہیں،“ وہ دھڑلہ سمجھا میں نہیں جانتی تھی۔

”تو دور تو دوری ہے،“ میں نے کہا، ”لیکن اگر ہائی برس گیا۔“

لیکن اسی ہی دور میں اس کا ہاتھ ٹھنڈا ہونے کا تھا اور وہ گم صحرا کی سیر کی طرف دیکھ رہا تھا۔

”چلا رہے تھے،“ میں نے کہا اور اسے وہیں چھوڑ کر نکلے آ رہا۔

میں اس کی کڑی غصہ اور غصہ کے ڈنڈے پٹے پٹے سے تھا، آ رہے تھے لیکن اس کی دھڑلہ درمیان پر ہی ہوئی گرا کے کچھ سیر کی جھٹکے لگی تھی۔ میں کنوئی کا آگے بڑھ کر کھانا اور غصہ کے کچھ آگیا۔ اس کے پہلوں میں کوئی جھٹکے یا آواز نہیں تھی۔ لیکن بگے پہلوں کا پرندہ، انہیں پہلوں میں بندھی پر کہیں چھپا رہا ہے، اس لیے میں دور تک اسے کانٹا رہا۔ آخر بگے پہلو ہلے گا کہ وہ سیر سے اچھٹے سے پہلے ہی اڑ گیا تھا کہ اگر جب میں درخت کے کچھ سے ہٹ رہا تھا اس کے پہلوں میں بجلی سی آواز پیدا کرتی تو سیر کی پہلو کی غصہ تھی، پھر بھی میں نے فوراً اٹھ کر کہا کہ پہلوں سے پہلوں کے، اگر کھانے کی آواز ہے۔ میں دیکھ کر کہہ کر دیکھنے لگا۔ آواز پھر سے درخت سے آتی صحن پر رہی تھی۔ تب بگے اس میں ہوا کی دھڑلہ سامنے کے ساتھ شروع ہو گئی ہے۔ کچھ دور کچھ ٹھک کر میں کھلے میں آگیا۔ ایک دھڑلہ پر اچھٹے کے بعد میں نے گھوم کر درخت کو دیکھا۔

وہ بدل رہا تھا، اس کے دو پہلوں درمیان پر سیر کنوئی ڈالنی ہوئی جھڑی گولی جو ہر کچھ کر رہی تھیں، اور ٹھکے جو سے پٹے آہستہ آہستہ پورے اندر رہے تھے۔ اٹھک دھڑلہ تیز ہو کر میں جھڑی دھڑلہ کی طرف مڑا، صحن کی بجلی خوشبو سیر سے ٹھنڈی سے دور اس کے ساتھ پھر پھر ہٹ کی تیز آواز سیر سے کاغذ سے گھرائی۔

میں نے پھر گھوم کر درخت کی طرف دیکھا۔ پرندہ اس سے ذرا دور تھا میں ایک ہی جگہ پر ٹھک رہا تھا پھر پھر پھر رہا تھا۔ ہائی کی صحن کی جھڑی تیز چھٹے جو سے پہلوں سے گھرا کہ اس طرح بھڑکی تھیں کہ پورا پرندہ ایک سیدھ ہی دھڑلہ میں چھپا رہا اور صحن جو رہا تھا، اسی قدر ٹھنڈی ہوئی دھڑلہ کے ہر

میں جھپٹا ہوا چپ کھڑا رہا۔

"بہت خوبصورت ہے،" انھوں نے پھر کہا، اور پھر چپا، "یہاں یہ سنائی جاتی ہے؟"

"نہیں،" میں نے کہا۔ "کسی نے باہر سے وہ کہا ہے جس میں صبح کی نمی۔"

"کس نے؟"

"معلوم نہیں،" میں نے کہا۔ "وہ بہت پہلے تھا۔"

"اب نہیں ہے؟"

"نہیں،" میں نے کہا، اور پھر کہا، "وہ بہت پہلے تھا۔"

اس کے بعد وہ در تک چپ چپ ہاتھ مارا، اور جھپٹی رہیں۔ اس کے ہاتھ بڑے بڑے گول دانے ہو۔

پہلی جگہ ایک بہت بڑا رنگ معلوم ہونے لگے، اور میں نے کہا:

"اسے رنگنا پڑتی ہے۔"

"یوں ہی زیادہ اچھا معلوم ہو رہا ہے،" مارٹن سلطان نے کہا۔

پھر انھوں نے سیزر پر دیکھی جاتی دوسری چیزوں، برتنوں، گاڑیوں اور ستونوں کو اٹھاتا تھا کہ

دیکھنا شروع کیا، جگہ پر ہی اس مزید پر گہرے پس آ رہا تھا انھوں نے جگہ جگہ سے ترتیب سے دیکھنے

کی ضرورت کرتے ہوئے یہ سب چیزیں ہے ترتیب کے ساتھ سیزر ڈیسکر کو دیکھیں۔ مجھے اس کا

خیال نہیں آتا کہ یہ ہے ترتیب مارٹن سلطان کی ہی وجہ سے ہوئی تھی، مگر میں نے دیکھا کہ مارٹن

سلطان ایک ایک چیز کو اس طرح دیکھ رہے تھے جیسے اس کے سیزر چیزوں کی ایک ترتیب تھی یا

رہی ہے جو اس چیزوں کی ترتیب سے جڑے ہیں، انھیں میں نے بڑے کرتے کے آتشوں پر

سہارا تھا، انھوں نے ایک پہلی ہی گڑھی اٹھائی، گہرے در تک اس کے پاس کو دیکھتی رہیں، پھر

اسے سیزر پر رکھ کر خود سامنے بڑھ کر بیٹھیں۔

"آپ کو کوشش کریں تو کھلو نے ہی بہت اچھے دیکھتے ہیں۔"

میں نے گہرے گھٹنے کی کوشش کی، پھر چپ ہوا، پھر کوشش کی، پھر کہہ گا، پھر بہت سے ہونے

"یہ کھلو نے ہی تو ہیں۔"

سب مارٹن سلطان پہلی بار مسکرائیں اور باہل تدرست معلوم ہونے لگیں، لیکن گہرے گھٹنے کے

بواسطہ وہ خاموشی کے ساتھ سیزر سے چیزیں اٹھاتا تھا کہ وہاں دیکھتی رہیں۔ انھوں نے گڑھی کا ایک

پرانی واضح کتابوں اٹھاتا اور تک اس کی کتاب کے کنارے کو دیکھتی رہیں، پھر چپ رہیں۔

"یہ سب دانے ہیں آپ کے ہاتھ نہیں لگتے؟"

"کبھی کبھی۔"

"میں نے کہا، اور اپنے ہاتھوں پر بڑے جو سے انھوں کو دیکھا، مارٹن سلطان

میں اپنے ہاتھ کو دیکھ رہی تھیں لیکن اس پر مجھے کوئی نشان نظر نہیں آتا۔

بڑے کرتے میں انھوں کی آوازوں گہرے ہونے لگی تھیں۔ جگہ خیال آتا کہ مارٹن سلطان وہ

سے گڑھی جاتی ہیں۔ اسی وقت انھوں نے سیزر سے ایک چکر گڑھی اٹھائی اور چپ رہیں:

"یہ تو حاصل ہے۔"

"نہیں، یہ بھی..."

"اور ہونے لگی۔" انھوں نے گڑھی کی سونوں کو حیر سے دیکھنے جو سے کہا۔ پھر بڑے کرتے

واسطے وہ ان سے کو دیکھا اور چپ رہیں، "سب پر دیکھیں جو سے لگیں گے۔"

"آپ کی طبیعت اب کبھی ہے؟" میں نے پوچھا، اور سوچا کہ یہ جگہ پہلی ہی پر چھٹا ہوا ہے

تھا۔

بہار دی وہ سے آپ کو بھی پر دھاتی جاتی، انھوں نے اس طرح کہا جیسے مجھے کوئی اطلاع

دے رہی ہوں۔ میں نے پھر پوچھا:

"آپ کی طبیعت اب ٹھیک ہے؟"

مارٹن سلطان نے گڑھی کی سونوں پر سے نظر ہٹا کر پھر وہ ان سے کی طرف دیکھا۔ میں نے

میں وہ ان سے کی طرف دیکھا اور ایک بار پھر جگہ کا طور کی جلی ہی بیٹھ مسمی جاتی۔ مارٹن سلطان

کھڑی تھیں:

"کبھی بہار سے یہاں آئے۔"

اور میں نے دیکھا کہ وہاں ہی کسی میں اپنے جو سے اپنے گھٹنے کے بل کھول رہی ہیں۔ سارے بل

کھٹنے سے پہلے ہی جگہ کے ہاتھ ہیں ایک ہونے پر ہی کی جھٹک نظر آئے تھے۔ میں نے کوشش

کے کے ٹھیک وہ صریح طرف کریں۔ ہاتھ انھوں سے انھوں سے کہا:

"وہ ہم آپ کے واسطے آئے تھے۔"

میں نے دیکھا وہ سفید چٹائی کا ٹیھا سا چمکور تھا۔ وہ درختوں کے آگے میری طرف بڑھا تھا جگہ میں کے باہر پرست جگہ لٹائی تھ آئے۔ میں نے نہ نہیں اس سے ملے کہ اسے دور سے دیکھا۔ وہ اتنا چھوٹا نہیں تھا جتنا میں سمجھ رہا تھا۔ مجھ کو ٹھیک ہی ہوا کہ وہ ایک ہی شخص اس کے باہر میں کسی طرح چھپا ہوا تھا۔

"بہت سہا ہے،" میں نے کہا۔ "آپ ہی نے بنایا ہے؟"

"ہم آپ کے آگے تھے تب بنایا تھا۔"

میں اس سے اس کے بنانے کی ترکیب پوچھنے لگا تھا لیکن اسی وقت انھوں نے میرا ہرے کو پیچھا لٹائی اور اسے دیکھتے ہوئے کہا،
"وہ شاید کسی خوشی کا دھنسا ہے۔"

میں نے دھنسنے کو دیکھا، ہر میرا کو، ہر بچہ زمین کو اکا اور کے و ہم کی گلی جاتی خوشی میرا کے ایک ہانے کے پاس ہونے ہی پڑی ہوئی تھی۔ خود میرا اس میں سے نکل کر زمین پر آ گیا تھا۔ میں نے خوشی لٹائی اور اسے سوچے جگہ دارن سلطان کی طرف بڑھا دی لیکن دارن سلطان اس کا دھنسا میری طرف بڑھا ہی نہیں۔ میں نے دھنسا لے کر خوشی پر کس دیا۔

"خود میرا مجھ" میں نے انھیں دیا۔

وہ ہر مسکرائیں اور بولیں،

"خدا آپ کے ہاتھ زیادہ لکھتے ہیں۔"

پھر انھوں نے سفید کی سے کہا،

"ہمارے یہاں آئیے گا۔ اپنا؟"

میں نے آواز دھڑکوں سے دروازے کی طرف بڑھ کر انھوں نے اس کا ایک ہاتھ میرے دھیر سے کھلا اور میرے گھر سے سے باہر نکل گئیں۔ بڑے گھر سے میں باہر کی آوازوں و ہم ہر کو دیکھیں، ہر جگہ خوشی کی ٹپکیں، زور زور سے چہارے کرنے کی آوازوں اور دارن سلطان کے نام کی پکار سنائی دی۔

اس مکان میں وہ لوگ بہت دن نہیں رہے اور میں اس لوگوں میں دارن سلطان کے سوا اور کسی سے ناخوش نہ ہوا۔ اگرچہ میرا زیادہ سا جہاں کی بہنوں سے رہا۔ مجھے اس کی بہنوں کی تعداد اور اس کی بہنوں کی بڑائی کا بھی صحیح صحیح علم نہ ہوا۔ وہ سب بہت، لیکن کچھ نہ ہوتی تھیں، زور زور سے ہوتی اور زور زور سے ہوتی تھیں اور خدا ہی نہیں میں اس کے ہر سے سرخ ہوا جانتے تھے۔ میرا کے کھلا میں وہ چمچ پڑائیں اور بہت خوش ہوئیں اور اسے لگتی تھیں۔ اس طرح کی ایک اور میرا خود میرے خاندان میں ہی نہیں اور جب کسی اس میں سے کوئی ہمارے یہاں مسافر جاتی تو گھر کی روانہ بڑھ جاتی تھی۔ لیکن دارن سلطان کی بہنوں کو دیکھ کر مجھے وحشت ہونے لگتی تھی اور میں اس سے کھڑا چھٹا تھا۔ خود دارن سلطان میں میں گھر ہی جاتی تھیں اور کسی کسی جب وہ ان کے ہر سے سے نکل کر ہر سے بہت کرتیں تو کچھ دیر تک اس کی آواز بگے صاف سنائی نہیں دیتی تھی۔

ہمارے یہاں میں لوگوں کے آگے کے ہاتھوں پہننے میں سے میرا اس گھر میں آتا جاتا شروع ہوا۔ پہلی بار میں اپنے بہنوں کی گھر میں قریب کا بھلا لے کر وہاں گیا تھا۔ ہر میرا ایک ایک صورت تھے، میں کے بارے میں اندازہ نہیں جاتا تھا کہ وہ حواس سے یا کسی خاندان کی کوئی فرد، مجھے نہیں آتش دالوں والے گھر سے میں ہٹا دیا جس کر سخت آوازوں کی بڑی ہی خوشی ایک کا لے ڈیہ میں بھولی بھولی خوشیاں رکھ دی تھیں۔ قریب میں آئے گا وہ کہنے کے بعد کچھ دیر تک وہ گھر سے میرے گھر دالوں اور دور اور قریب کے رشتہ داروں کے بارے میں معلومات حاصل کرتی رہیں۔ پھر انھوں نے مجھے اپنے بارے میں معلومات فراہم کرنا شروع کیں اور ان کے ہونے کی رفتار تیز ہو گئی۔ پہلی جگہ اندازہ ہوا کہ وہ اپنے آپ سے باتیں کر رہی ہیں اور میری موجودگی کو فراموش کر چکی ہیں، اس لیے میں نے ہر حواس دیکھا شروع کیا۔ پہلے خوشوں والے خوشوں دور سے لگے ہوئے تھے اور مکان کا خوشی کسی قریب قریب پر اظہار آ رہا تھا لیکن اس کا وہ صبر جس پر کنوں اور درشت خاص میری نگاہوں سے ہر جمل تھا۔ میں کی زمین ہمارے یہاں سے صاف

سے ابھی ہیزوں کا۔ میں نے آتش دہن پر بھی ہوئی اور اپنے کمرے میں سیز پر رکھی ہوئی سب ہیزوں کا ہانڈا لیا۔ میں ہیزوں کی جگہ سے دریا نہیں کی کئی نہیں انہیں میں نے ایک ٹوکری میں رکھ لیا اور باقی ہیزوں کا ایک بار پر عور سے ہانڈا لیا۔ ہر ہیز میں بچے کوئی نہ کوئی سی عورت آتی یہاں تک کہ سیرا خانہ لے گیا اور میں آتش دہن کے سامنے دریا تک بے حس و حرکت کر رہا۔ کالری چڑھا پر نظر جمائے جراتے بچے پر دیکھو وہاں سب نے لگا کر میں نے اس کا کوئی اچھا سا نام نہیں رکھا۔ ہر بچے اپنے کمرے میں سیز کے پاس گھڑی ہوئی اور سب بچوں کا چہرہ آگاہ تھا۔ ہر کوئی چاہے کہ گھڑی ہاؤ آگنی چھٹے انھوں نے اصل سمجھا تھا۔ میں اپنے کمرے کی طرف ڈھکاٹھیں پچی راستہ ہی میں بچے ہاؤ آگاہ کہ وہ گھڑی میں سب دہن پھٹے اپنے ایک اور کے دروازے کو دے دی تھی۔ وہ جگہ بہت چاہتے تھے اور جب ہی جگہ سے یہاں آئے سیز سے بچے کوئی نہ کوئی نئی قسم کا عور ضرور دے گئے۔ گھڑی میں سب اس کے گانے بھیر، بکھری کے اندر پر عور کے گئے۔ انہیں وہی تھی، لیکن اس وقت ہر کوئی پر ایسا فضا آ رہا تھا جیسے وہ اسے جگہ سے چھین کر لے گئے ہوں۔ میں نے یہ بھی انھیں کہہ لیا کہ وہ گھڑی میری کالری کا بستر پر نون تھی، چاہیے کہ اس کا ہانڈا بچہ چھل نہ تھا، اگر وہ اس میں وہ گھڑی تھی۔ میں نے اسے ہر سے ہانڈے کا فیصلہ کر لیا اور اپنے کمرے میں بند ہو گیا۔

اس دن آدھی رات تک وہ دوسرے دن وہاں تک میں اسے ہانڈا دیا۔ سیز سے ہانڈا کئی چھڑ سے کھنڈہ کالور کے عور کی چھٹی طرف دریا تک پہنچی ہوئی، لیکن میں نے یہ کام نہیں کیا۔ جب وہ تیار ہو گئی تو میں نے اسے سیز پر رکھ کر دیکھا، پھر دے کر کے آتش دہن پر چھا کر دیکھا۔ باغیوں کی تعلیم کی وہ سب سے میں اس میں پھٹے کی سی صفائی نہیں لانا تھا، ہر جگہ وہ میری بنائی ہوئی باقی ہیزوں میں سب سے ابھی تھی۔ میں نے اسے ایک صاف کالور میں چھت کر ٹوکری میں سب سے بچہ رکھ دیا۔

پھر کو میں وہاں پہنچا۔ ڈیڑی گھر پر نہیں نہیں۔ عورت کے آتش دہن والے کمرے میں وہی اور میں نے ہانڈے ہی ٹوکری میں سے ہیزوں نکال نکال کر کسی ترتیب کے بغیر آتش دہن پر رکھنا ضرور کیا۔ عورت دن ہیزوں کو رکھنے کے لیے آتش دہن کے قریب آتی تو

میں نے اسے ہانڈا

”انھوں نے سگوائی نہیں۔“

”کس نے؟“

بچے نام گانے کے نہیں سے ابھی ہوئی، اس لیے میں نے کہا:

”سب نے۔“

”بھلا ابھی ہونے ہیں، عورت نے کہا اور کمرے سے باہر چلی گئی۔“

میں آتش دہن پر سب ہیزوں رکھنے کے بعد اپنے اسی میں اس کی ترتیب بنا دیا تھا کہ باغیوں کی جگہ ایک ساتھ کمرے میں داخل ہوئیں اور سیدھی آتش دہن کی طرف چلیں۔ کچھ دور تک گلی کی طرف نظر دیا اور وہاں میں کالور میں بیٹھی ہوئی گھڑی ہانڈے میں بچے چھپ چھا کر ان میں سب کو کھینچیں کی طرف غصہ ہونے اور آپس میں جھگڑنے دیکھتا رہا۔ آخر وہ کچھ جھگڑا کر میری طرف منسوب ہوئیں اور اب انھوں نے کھڑے سیز کی کے ساتھ کمرے سے باہر نکلیں اور بچے اس میں سے لے گا کہ وہ سب داخلی کمرے سے رہی ہیں۔ اب میں اس پر غصائی میں گرفتار تھا کہ باغیوں کی طرف سے کس طرف چلائے۔ آخر میری عقل اس طرف مل رہی تھی کہ ایک اس کی ایک میں نے کمرے سے بچہ لیا۔

”اور باغیوں کے لیے کچھ نہیں؟“

”وہ کہاں ہیں؟“ میں نے پوچھا۔

”ایک اور میں نے بچہ چھینا تھا لیکن کالور کا دھڑا کھول کر باہر چھا کر دیا۔“

”یہاں ہیں، آہا نہیں۔“

اس طرف راستہ دونوں کے بعد میں ایک بار پھر میں کے اس سانچے کے نیچے آیا۔ باغیوں کی طرف دھڑ سے چلے جاتے ایک تخت پر چھٹی نہیں۔ اس کے سامنے دریا ہی سیدھا رہا تھا جیسا کہ میرا میں نے ایک دن پہلے ڈیڑی کے پاس دیکھا تھا۔ باغیوں کی ڈبے سے چھٹیوں نکال نکال کر تخت پر چھا رہی نہیں۔ چھٹی سی سگوائی کے ساتھ انھوں نے بچے تخت پر چھٹے کا کالور لیا اور میں نے چھٹے ہی کسی سیز کے بغیر کالور میں بیٹھی ہوئی گھڑی اس کی طرف ڈھکا دی۔ انھوں نے

ایک نظر کیجئے، دیکھا، پھر وہ دونوں باغیوں میں گھڑی سے کو اس کا کانا گھوڑی کے در تک گھڑی کی سونہوں پر گھڑی چمکاتے رہیں، پھر یوں ہی۔

گھنٹی ابھی بجی ہے۔

انگل اور آئی، میں نے فوراً بھر کر دیا، تھوڑی سی بانی ہے، اتنی صاف نہیں ہی پائی۔

نہیں، تارن سلطان نے کہا اور گھڑی کو تختہ رخن سے دیکھا، پھر یوں ہی۔ زیادہ ابھی ہے۔ وہ تو اصل صوم ہوئی تھی۔

انہوں نے ڈبے کے سامنے سے کچھ خوشیوں بچائیں، وہ اس کی ہڈ پر گھڑی کو رکھا۔ اچھے رکھے ہوئے ڈبے کی سیاہی کے آگے گھڑی کے سادے رنگوں کی۔ ہم چمک بیز ہو گئی، درجے ہی وہ پتلا والی گھڑی سے زیادہ ابھی صوم ہوئے تھی۔ تارن سلطان نے اسے پراٹھا، کئی بار اپنے پیر سے سے دور دراز پر کر کے دیکھا، وہاں ہی دیکھا، پھر اچانک ہوئیں۔

آپ کو کادور بہت اچھا لگتا ہے۔

سیری میری طرف سے نہیں آیا۔

کادور میں نے پوچھا۔

آپ نے اس کا نام بھی کادوری پڑھا رکھا ہے۔

ہاں... وہ تو سید رنگ کی وجہ سے، میں نے کہا۔ لیکن اس کا نام کیجئے ایسا نہیں لگتا۔

بہت لوگوں کو اس سے ڈاگتا ہے۔

کادوری پڑا ہے؟ میں نے سیرت سے پوچھا۔

کادور ہے، تارن سلطان ہوئیں۔ اس سے بہت لوگوں کو مرے کا لیون آیا ہے۔

کادور ہے؟ کیجئے پھر سیرت ہوئی۔ کادور بہت سی لکھنوں کا خون ہے۔

نرنا بھی تو بہت سی لکھنوں کا خون ہے۔

اس کے لیے میں جتنی سی شافی تھی، اس لیے میں نے خن کر ہی کی طرف دیکھا، لیکن وہ مسکرا بھی نہیں رہی تھیں۔ کیجئے وہ صرف کچھ سوچتی تھو آئیں۔ گھڑی کے اچھے رکھے ہوئے سپاہ ڈبے پر وہ اپنی بیچ کی اٹکل کا ٹامی آہستہ آہستہ رہی نہیں جس کی بجلی اور یکساں آواز کی وجہ سے

گھڑی چلتی ہوئی صوم ہو رہی تھی۔ اس آواز کے ساتھ ساتھ تارن کے دو سر سے صوم سے اورن سلطان کی جتنوں کے خٹکے ہونے کی آواز ہی سنائی دے رہی تھیں۔ اس میں سے ایک آواز وہاں سے کے پاس آ کر گئی۔ ایک اس سانہوں کے نیچے آئی، تارن سلطان کے قریب جا کر بجلی ہو اس کی چٹائی پر چلا، کہ کے وہاں چلی گئی۔ تارن سلطان نے اسے ہاتھ دیکھا، پھر خوشیوں کو ایک نظر دیا، میں دیکھنے لگیں۔ انہوں نے گھڑی کو اٹھا کر سپاہ ڈبے کے پاس میں، کہ پادور، مجھ سے پوچھا۔

آپ کو سب دانا کس نے سکھا؟

کسی نے نہیں۔

کسی نے نہیں؟

میں نے انہیں دیا کہ کسی طرف ہائی چلیں سے مجھ کو ہیزوں دانا کے کاٹنی کاٹور کس طرف سے پاس، رفت رفت اور آجی ہونے گئے وہ میں نے صوم صوم میں کیا کیا دانا اور وہ میں کیا کیا۔ اس بیچ میں تارن سلطان کی کئی جتنیں ہادی ہادی آئیں اور انہیں پیر کر کے چلی گئیں، پھر سب اس میں سے ایک نے ہاتھ سے پتے چمک کر اس کے کان میں کچھ کہا تو کیجئے اس میں جا کر میں دور سے دنا چلیں، وہاں، لیکن سب میں ہاتھ کے لیے خٹکے کا تارن سلطان نے کیجئے روک لیا۔

کچھ دور اختیار، انہوں نے سپاہ ڈبے میں خوشیوں وہاں دیکھنے سے کہا۔ آپ سے ہمیں کر کے جھیں اپنے چلیں کا خیال آجاتا ہے۔

اس کا بہت کچھ اچھا صوم ہوا لیکن اب سیری میر نہیں آ رہا، نا کہ اس سے کیا باتیں کروں، اس لیے میں نے پوچھا۔

اس خوشیوں میں کیا ہے؟

سار، تارن سلطان نے کہا، اور ڈا سیر سے قریب کر دیا۔

اس وقت کیجئے سانہوں کے نیچے دور، کہ ابھی اس دور ہی ہوئی خوشیوں کا احساس ہو۔ کسی ایک خوشی اس دور ہی دور ہی خوشیوں کا ہے وہاں ہی، کسی کئی خوشیوں میں ہی کہ ایک ہوا نہیں،

پھر منتشر ہو گئیں۔ پھر ایک ہو جائیں۔ ان غصہوں سے طرح طرح کے رنگوں اور آوازوں کا فیل
آتا تھا اور ان رنگوں اور آوازوں سے دماغ سٹکان کی ہنسن کا فیل آتا تھا جو اب لاپرواہی پر آتش
داغوں والے گھر سے میں بھیج ہو گئی تھیں۔ میں نے ڈھنگ کو ہاتھ میں اٹھا لیا اور وہ بگے غصہوں سے
جھنجھٹا ہوا صوفی ہوا۔ میں نے پوچھا۔
"تو کی چیزوں کے خطر میں ہے؟"

دماغ سٹکان نے خلعت پھولوں کے نام ہونا شروع کیے تھے کہ بگے صوفی ہوا ایک دھبلی
تھوڑی دور، خاموشی سفید غصہوں کی تمام غصہوں کو چھوٹی ہوئی گل گئی۔ پھر دینی اور پھر سب کو
چھوٹی ہوئی گل گئی۔ اور میں نے پوچھا۔
"تو میں کا دور کا خطر بھی ہے؟"

دماغ سٹکان نے رگ کہ بگے طور سے دیکھا اور گھر کو شش کر کے منکرا رہیں۔
"کا دور کا خطر نہیں بھلا؟" انھوں نے کہا۔ "ہاں میرے ہاتھ سے لیا اور اس میں کی ایک ایک
شیشی کو چھو کر بگے بتا کر اس میں کسی چیز کا خطر ہے۔ اس کے بعد انھوں نے ڈھنگ کا ڈھنگا ہاتھ کر
دیا۔"

"تو میں کا دور کا خطر نہیں ہے۔" انھوں نے اب میرے سوال کا جواب دیا۔ ایک بار پھر
کو شش کر کے منکرا رہیں اور میری دی ہوئی گھر میں یہ بات کہ تو کہیں۔
"کا دور کی غصہ اس میں ہے۔"
"گھر میں؟" میں نے میری ہر کہ پوچھا اور گھر میں اٹھال۔
"اس میں آپ کے گھر سے میں بھی اسی ہی غصہ تھی۔"

"وہ کا دور کا مرحلہ تھا۔" میں نے انھیں بتا دیا جو اب بگے ہوا آہا کہ دماغ سٹکان کے لیے
گھر میں رہا ہے جو سے کئی بار میرے ہاتھ کئے تھے اور ہر بار میں نے کا دور کے مرحلہ سے دھم کو چھو
لیا تھا اور اپنا کام بد کا نہیں تھا۔ بگے اپنے انھوں میں بھی کی ہر چہرہ میں سمجھتی ہوئی اور میں سوچنے
لا کہ دماغ سٹکان کو یہ سب بتا دیا تھا۔ لیکن اسی وقت انھوں نے کہا۔
"آپ کے ہاتھ دانی زیادہ کہتے ہیں۔"

اور اسی وقت میں کی ایک دور میں ان کے قریب آ کر بھگی۔ دماغ سٹکان اٹھ کر گھر میں ہو
گئیں۔

"آئیے۔" انھوں نے مجھ سے کہا اور نچلے شیشوں والے دروازے کی طرف اشارہ کیا۔ میں میں
کے ہاتھ آتش داغوں والے گھر سے میں وہاں آباد وہاں ہاتھ اندام کے ساتھ کھانے پینے کی
چیزیں چھوٹی گئی تھیں اور ان کی غصہوں سے کہ وہاں آتا تھا۔ دماغ سٹکان کی ہر میں بگے ہر
پھر کھانے پر تھی ہوئی تھی۔ ان سب کے امور سے بگے گھر سے ہونے لگی میں کو گھر میں فیل
نے دھکا کہ یہ بند اندام خاص میرے لیے ہے۔ اور گھر میں بات سے کہ دماغ سٹکان کی
میرے ساتھ چلتی تھیں تو گھر میں نہیں رہی تھیں۔

۷

دماغ سٹکان کی برادری کا حال بگے صرف ان معلوم ہوا تھا کہ کسی کئی میں ان کا دل آپ ہی آپ
کھڑا رہنے لگا ہے اور ان وقت وہاں اسی میں کہ ان کے پاس کوئی موجود نہ ہے اور گھر کے
سب سے جگہ تنگ رہنے کے بعد غریب شہر ہو جاتی ہیں۔ کسی کسی میں وہی کارگری کا کوئی
خونہ لے کر وہاں پہنچا تو معلوم ہوا کہ دماغ سٹکان کی طبیعت طرب ہو گئی ہے اور وہ اپنے
گھر میں آرام کر رہی ہیں۔ میں دینی بتاتی ہوئی چھوڑ دے گھر سے کے کسی آتش داغوں پر کھڑا تھا اور
گھر میں ان کی ہنسن کے پاس رہنا کہ ہوا تھا۔ وہ سر سے یا ٹھوس سے وہ میں پھر وہاں جاتا۔ دماغ
سٹکان کسی بگے دینی ہنسن میں گھر میں ہوئی تھی۔ کسی ماہی کے نیچے تخت پر چلتی ہوئی تھی۔
وہ گھٹک کی ضروریات چھوٹ ایک ہی سوال سے کرتی تھیں۔

"سب آپ کا ہمارا ہے؟"

میں جواب میں یہاں شروع کر دیا کہ ان کو بولنے کا کوئی نہیں رہا تھا۔ صحت وہ بچ چکے ہیں کوئی
عصر سے سوال کر لیتیں میں سے صرف یہاں ہوا تھا کہ وہ میری بات سے ہی ہیں۔

کئی دن تک میں اور نو سو اپنے دو سر سے رشتہ داروں کے یہاں وقت گزارا۔ صرف رات کو کئی وقت تک میں آکر سو جاتا اور صبح اٹھنے کے بعد میری ہی ویر پر نکل جاتا۔ وہ پہلا ناما فاعس میری نگاہوں کے سامنے گردش کرتا رہتا اور ہر چیز میں لگے اس کے کسی نہ کسی حصے کی شہادت ملتا آتی، یہاں تک کہ میں نے خود میرا ہی فاعس بنانے کا فیصلہ کر لیا، اور دیکھتے ہوئے ہی کہ چلتے کہ کھتے تھوں میں فاعل اور موزا میرے لہجے میں نہیں، میں نے بازار سے معمولی طور پر کئی ٹیٹیاں بھی خرید لیں۔

تیسرے دن چائے میں گھر سے نکلے نکلے اٹھاک بکے ملیں آ کر، اگر میں کو قش کوئی نوسٹی کاہر یا ہی فاعس بنانا چاہتا ہوں، پھر بکے اس کا ناما فاعل آسان نکال آئے گا اور میں اپنے گھر سے میں وہاں آتا ہوں، اسی وقت میں نے کافز پر اپنی یادداشت سے اس فاعس کا نقش بنانے کی کوشش شروع کر دی، لیکن میں نے زیادہ طور سے نہیں دیکھ کر فاعس میں بار بار اپنے دوسری میں اس کا نقش بنانا لگی ہر بار وہ بکے دارن سلطان کے اٹھنے پر فاعس میں آتا ہوا اور دوسرے دوسرے گھومنا نکال آتا، اور اس کی کوئی چیز بھی میرے دوسری میں چاری ماخیز نہ ہو سکتی۔ درج تک کافز پر کافز غریب کر کے رہنے کے بعد میرا دل چاہنے لگا اور میں نے فاعس کے اٹھنے کے آگے وہاں میرے گھر کے قریب قریب سب کوئی ملے تھے۔ وہ ہیں بڑے عورتوں نے بکے دوسری میں ہر بار رہنے پر چلی ہی تھیں کہ۔ پھر ان میں سے ایک نے کہا۔

"سچا ہمارا دارن سلطان کی غیریت پر چمکے آئے۔"

"انہیں کیا ہوا؟" میں نے پوچھا۔

"اس کی حالت بگڑ گئی ہے۔"

اس کے بعد سب نے دارن سلطان کی بیماری پر بحث شروع کر دی، اور اسی میں میرے گھر کی سب سے صبر فاقوں ہوئیں:

"وہ خوب یہاں آتی تھی وہیں میں نے کھانا کھا کر اس کے اندر گھر دے نہیں کیا ہے۔" پھر انہوں نے دوسروں سے اپنے قول کی تصدیق کرائی۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ کون کس زمانے کی بات کر رہے ہیں، اور میں ان سب سے بحث کر کے بہت تھکا خیز لگے پھر گھر

سے باہر رہنے پر مجبور کی گئی، اور میں گھر سے باہر آ گیا۔

اور آخر عورت نے بکے آگے، انہوں نے کہہ دیں، سچا ہوا، سب سے پہلے میری فاعس وہاں آئیں، پھر وہی انہوں نے سامنے میں گھر سے بات کی تھی، لیکن اس وقت، میری وقت منہ نہیں رہا، اور وہی اپنی جگہ کوئی جگہ سے چلتے۔ بکے، اپنی ہی اس سے کہہ دیتا، فاعس نہیں، میں اس کے قریب جا کر کھانا کھا۔ انہوں نے سر اٹھ کر بکے دیکھ کر سب سے کہہ دیا کہ بکے سے پہلے ہی وہیں!

"حالت ابھی نہیں ہے۔"

پھر انہوں نے ہی کوئی جواب دی، میں وہیں پر کھانا کھا، پھر وہ وہاں سے باہر سر اٹھا کر بکے دیکھ کر دارن سلطان کے گھر سے کی طرف اشارہ کر کے کہیں:

"تھکا خیز دیکھ آئے۔"

میں سمجھتا ہوں اس کو کہ میں دوسری دارن سلطان آتھیں نہ کچھ میری پریشانی ہوئی نہیں، اور اس کی وہ سببیں یہ یہ چلی ہوئی تھیں۔ میں ہی بکے آ کر نہیں دیکھتا۔ ہی کا ایک بار کہہ کر وہ بہت خوش ہوا، اور پھر میری سے تک ہوا تھا۔ میں پرانے سے بکے لگے تھیں کہ بکے کی گھر تھی میں ہی نظر آتا ہے تھے۔ اور پھر کہہ کر وہ فاعس پر میری سے تک آیا، میں نے پوچھا:

"باقی میں کہ کھیت ہے؟"

"نہیں، ایک میں نے جواب دیا۔" بکے ہوئی ہیں۔"

اسی وقت دارن سلطان کا بار کہ زیادہ فاعس سے انہوں نے قریب آ کر میں فاعس کہا۔ میں نے سانس روک لی، لیکن بار بار وہی دوسری میں میرا دم کھینچا تو میں نے پوری سانس کھینچی اور اس موسم کو، دارن سلطان کی سسکی میری سانس کے ساتھ گھوم کر، کچھ کو میرے انہوں سے آگے۔ میری آنکھیں قریب قریب بند ہوئیں، بکے میری پر ایک نواہی خوشی آگئی میری ہوئی۔ میں نے پھر سانس روک لی، پھر میرا دم کھینچا، پھر میں نے پوری سانس کھینچی۔ بکے ورنہ کا احساس ہوا۔ میں نے ایک اور سانس کھینچی اور بکے اسی ورنہ میں کہہ دیا کہ سب

سے پتہ کا غوری چڑایا۔ پھر کھنگھار نہ دیا اور میرے ہاتھ پر چٹکتی ہوئی لڑا نکلا۔ پھر سفید دھڑ سے وہاں
 بار نہ دیا اور کھنگھار میں سفید دھڑوں کی لڑائی لڑائی ہوئی اور لڑائی کی پھوڑیں۔ پھر میرے گھر سے
 میں میرے پاس گھر میں ہوئی۔ اور لڑائی میں۔ پھر سب لڑائی کے بچے کھنگھار ہوئی اور لڑائی میں۔ پھر وہ لڑائی
 میں لڑائی کے بچے میرے ہاتھ کے بچے گھومتے ہوئے ہوئے اور اس میں کھنگھار ہوئی کھنگھار۔ میں میں سے
 ایک نالی تھی۔ میری آج کل میں پوری کھنگھار۔ اور لڑائی میں لڑائی کے بچے میرے ہاتھ میں لڑائی کی پڑھا میں
 میں گھر میں معلوم ہو رہی تھیں اور اس کا ہاتھ میری سے لڑا ہوا تھا۔
 میں آتش دہن دے گئے گھر میں آگیا اور کسی سے بات کیے بغیر وہاں جھانکے ہوئے
 اس مکان سے باہر نکل آیا۔

میرے گھر کو بچے یہ اطلاع دینے کے لیے پھر وہاں بھیجا کیا کہ میرے گھر کی سب عورتیں
 خود ہی وہاں آ رہی ہیں۔ لیکن اس میں اس مکان کے وہاں سے کب ہم خاتمہ کیے گئے اور وہاں
 مکان کے نام کی پڑھنا ہی وہاں میں باہر ہی سے ہوئے آیا۔

ساسا پنجم

My tale was heard and yet it was not told,
I saw the world and yet I was not seen;
My thread is cut and yet it is not spun,
And now I live, and now my life is done.

- Chidiock Tichborne

قالی ہی؟ یا بالی ہی؟ یا ہر دوئی؟

ہر دوئی؟ یا نہ نہ ہی؟ یا نہ نہ؟

— فریڈرک شلر

دور تک پہنچے مہمانوں میں بکری ہوئی تھی کہ دیکر سگی عمارتوں کے پٹے میں صدیاں گز گئی تھیں اور ان کو گھنڈہ جو سے بھی صدیاں گزر گئی تھیں۔ خیال پرست چنانچہ ان گھنڈوں کے چوڑے ڈھلے، اونچے نائوں اور بڑے بڑے طاقتوں کو صیرت سے دیکھتے اور انی نائوں کا تصور کرتے تھے جب کہ شش پادشاہوں کے یہ آثار صبح سلامت اور دو پادشاہ بھی زندہ رہے ہوں گے۔ ان عمارتوں میں گئے ہوئے بشر کی سلوں پر کدہ تصویروں کو زیادہ غور اور دل چسپی سے دیکھا جاتا تھا۔ صاف ظاہر تھا کہ یہ تصویریں اپنے نائے کی تاریخ بیان کر رہی ہیں۔ ان میں جان پریشانی، جنگوں، بونگوں، طرح پادشاہوں کے دربار میں نکلتے غورو پادشاہوں کی عاضری اور دوسرے موقعوں کے منظر دکھائے گئے تھے جن سے ان پرانے نائوں کی بہت سی باتوں کا کچھ اندازہ جاتا تھا اور ان طاقتوں کی پرانی تاریخ اور تمدن کے بارے میں کچھ غیر یقینی سی معلومات حاصل ہوتی تھیں۔

انہیں گھنڈوں کے بہروں پر بہت سے کھینچے بھی گئے جو سے تھے اور یہاں ان کو بھی دل چسپی سے اور دور دور تک دیکھتے تھے، لیکن ان آدمیوں کو کوئی پڑھ نہیں سکتا تھا۔ دیکھتے ہیں صرف ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کسی سے ظاہروں کی صورت میں مختلف دکانوں سے خیروں کے پیکان بنادے ہیں، لیکن اس میں کسی کو کوئی شک نہیں تھا کہ بشر کی سلوں پر پیکانوں کی یہ عاضری دراصل ایسی ہی عمارتیں ہیں جنہیں اگر پڑھ لیا جائے اور سمجھ لیا جائے تو ان کی مدد سے ان تصویروں کو بھی اچھی طرح سمجھا جاسکتا ہے اور بہت سی ایسی باتیں بھی معلوم ہو سکتی ہیں جن کا تصور ان سے معلوم جاتا نہیں تھا۔

تھا۔ اور سادہ و سنجیدہ بھی نہیں تھا۔ اس کے ساتھ اس کی پیش کی ہوئی زبان کو بھی باطنی کر دیا گیا۔
 قانون حاکم نے بڑی محنت سے ثابت کیا ہے کہ سادہ و سنجیدہ نے جس زبان کے اصلی اور
 حقیقی ہونے کا دعویٰ کیا ہے اس زبان کا کبھی وجود نہ تھا۔ اور سادہ و سنجیدہ نے اس سوہم زبان کے
 جو عقو و راج کے کہ ان کے معنی ہیں وہ سب عقو و راج کے گڑھے ہوئے ہیں اور اس سے پہلے
 نہ کسی زبان سے لیا ہوئے تھے نہ کسی قلم نے انھیں لکھا تھا۔ اور اس زبان کی جو قواعد سادہ و سنجیدہ
 نے ظاہر کی ہے وہ بھی سراسر اس کے دوسری کی اختراع ہے۔ حقیقتاً کسی بھی زبان کے جملوں میں
 عقول کی ترتیب اس طرح نہیں تھی جس طرح سادہ و سنجیدہ کی اس ملزومہ قواعد میں ملتی ہے۔

حاکم نے یہ تمام باتیں ثابت کر کے ہیں سمیرت غیر ملکا سے اور دوسری کوشش کا ثبوت
 دیتے ہوئے علم اور منطق دونوں سے کام لیا ہے اور اس منطق کی ہر نئی درہمیت ان کے دعووں کو
 مزید مستحکم کرتی جاتی ہے۔ تاہم انھیں درہمیت کی بنیاد پر یہ عالم اس کا بھی اعتراف کرتے ہیں
 کہ ایک طرح سے سادہ و سنجیدہ کی زبان کو حقیقی اور اس کی زبان کو اصلی سمجھا جاتا رہا اور گزشتہ عالم اس
 زبان کے عقول کا قریب استعمال کرتے تھے۔ لیکن ان عقول کی مدد سے ایک مستقل اور قائم
 بادست زبان ہوئے اور لکھنے میں اس گزشتہ حاکم کو کھپائی نہیں ہو سکی اگرچہ ان میں سے کوئی اس
 زبان سے واقفیت کے درہمیتے جانتے تھے۔

آج کا عالم جانتا ہے کہ گزشتہ زمانے میں یہ عقو و استعمال ہوتے تھے میں کا حقیقی وجود نہیں
 تھا۔ اور اس طرح کہ یہ عقو و معنوں میں استعمال کیے جاتے تھے دراصل ان کے معنی وہ نہیں تھے۔
 دراصل ان کے معنی کہہ ہی نہیں تھے۔ تاہم ان میں کا ہر عقو و ایک مخصوص معنی کے لیے استعمال
 ہوتا تھا۔ یعنی ہونے والا ایک عقو و ہوتا تھا اور اس سے ایک معنی مراد لیا جاتا تھا اور عقو و اس کے کوئی
 معنی سمجھا جاتا تھا جو ہونے والا مراد لیا جاتا تھا۔ لیکن حقیقتاً اس عقو و کے وہ معنی نہیں ہوتے تھے جو ہونے
 والا مراد لیا جاتا تھا اور عقو و سمجھا جاتا تھا۔ اس لیے کہ دراصل وہ کوئی عقو و نہیں ہوتا تھا اور چونکہ وہ کوئی عقو و
 نہیں ہوتا تھا اس لیے اس کے کوئی معنی بھی نہیں ہوتے تھے۔ اور یہ بے معنی عقو و جس زبان کے
 کیے جاتے تھے اس زبان کا بھی حقیقی وجود نہیں تھا۔ اگرچہ عالم اس انہیں کا اظہار نہیں کرتے کہ
 کوئی زمانے میں کہیں نہ زبان لکھی ہو۔ لیکن حقیقتاً جاتی ہو۔ تاہم دراصل یہ کوئی زبان تھی نہیں۔

ہمدرد عالم ایک مدت سے ان غریبوں کو بڑھنے کی کوشش کر رہے تھے اور ناکام ہو رہے
 تھے۔ وہ جانتے تھے کہ یہ اسی زبان کی غریبوں میں جس کے کہہ نوئے سادہ و سنجیدہ نے قریب کیے
 تھے۔ لیکن ان نوٹوں کی مدد سے ان کتبوں کو پڑھا سکی نہ جو اس لیے کہ وہ نوئے پیکانی قریب میں
 نہیں تھے۔ اور سادہ و سنجیدہ کو گزشتہ ہونے والا نہ جانتا تھا بلکہ کسی کو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ وہ کسی
 زمانے میں تھا۔

آخر ایک مدت کی کاوشوں کے بعد جب فرد زبانوں کو بڑھنے کا فی کالی ترقی کر گیا تو
 کتبوں کی انہیں تصویروں کی مدد سے اور کہہ دوسرے طریقوں سے ہمدرد عالم پیکانوں کی شکل
 کی یہ غریبوں بڑھنے میں کھاسب ہو گئے۔ اور ان غریبوں کی مدد سے ان تصویروں کو بھی پوری طرح
 سمجھ گیا۔ اس طرح گویا غریبوں نے تصویروں کا سادہ و سنجیدہ۔

ایک ایک کے سادے لکھے پڑھ لیے گئے اور اس غیر کامی طرح پر غیر مدد کیا گیا کہ
 ہمدرد زبانوں میں ایک نئی زبان کا استعمال ہوا ہے جو ہر کوئی سمجھ پاتی ہے۔

لیکن اس زبان کا سادہ و سنجیدہ کے قریب کیے ہوئے نوٹوں کی زبان سے کوئی صلہ نہیں تھا
 بلکہ ان دونوں زبانوں میں کوئی اتالی ملتا نہ تھا۔ اور یہ بات ہمدرد حاکم کے
 گمان میں بھی نہیں تھی اس لیے کہ ان کی کئی پختوں نے ان نوٹوں کی زبان کا بڑی سنجیدگی سے
 مطالعہ کیا تھا اور اس کے بارے میں عالمانہ خیال ظاہر کیے تھے۔ اب انھوں نے فیصلہ کر لیا کہ
 سادہ و سنجیدہ زبانوں کی تاریخ کا سب سے بڑا قریب یا سب سے بڑا ذوق تھا۔ جس کا شور ہونا ظاہر
 ہے انھیں ہنسنے نہیں آ سکتا تھا۔ اس لیے اب وہ جانتے ہیں کہ سادہ و سنجیدہ اور اس کی زبان کو لکھنا
 جانتے۔

جانتا پڑتا ہے کہ سادہ و سنجیدہ کے ساتھ وضاحت نہیں ہوتی۔ ایک تو اس کے وجود ہی کا اظہار کر
 دیا گیا۔ اور اظہار کی دہلیں یہ وہی تھیں کہ ہمارا ادنیٰ سامانوں کے بغیر ہاں نہیں سادہ و سنجیدہ قائم نہیں
 ہو سکتا۔ اور تاریخ میں ایک سادہ و سنجیدہ، سادہ و سنجیدہ، سادہ و سنجیدہ چھام کا سراغ نہیں

عالموں کی مادی تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ نہ کوئی مادی "انجم" تھا، نہ اس کی پیش کی ہوئی کوئی
 زبان تھی، نہ اس زبان کا کوئی لفظ تھا اور نہ اس لفظ کے کچھ معنی تھے۔
 لیکن اسی مادی تحقیق کا خلاصہ یہ بھی ہے کہ ایک وقت میں کچھ معنی تھے جو بعض اشکوں
 سے ادا ہونے لگے، اور یہ لفظ ایک زبان سے منسوب تھے، اور اس زبان کا لغات ایک شخص نے
 کر لیا تھا، اور وہ شخص خود کو مادی "انجم" بتاتا تھا۔

کتاب خانہ پیپریک سیریز آٹھ کتابوں پر مشتمل سٹاکسٹ

لالٹھی اور دوسری کہانیاں
 محمد قادر اختر
 قیمت ۱۱۰ روپے
 طائرس چم کی مینا
 نیر مسعود
 کتابی
 قیمت ۹۰ روپے

شہنشاہ
 ریشارڈ کا پیر شمس
 پرائس اورب اور سوائی کے علم سے
 اربائی کاسی اور انتخاب کی کتابی
 قیمت ۶۵ روپے
 غصے کی نئی فصل
 اسد محمد خاں
 کتابی
 قیمت ۹۰ روپے

یوسف گور
 صادق و ایت
 سروہٹ تاریخی نڈل کا ترجمہ
 قیمت ۳۰ روپے
 سونے بھوک
 محسن منکر
 کتابی
 قیمت ۹۰ روپے

رات
 سید احمد علی
 نقشبندی
 قیمت ۵۰ روپے
 جواب دوست
 نسیم احمدی
 ایک نامور ہندوستانی مسلمان کی یادداشتیں
 قیمت ۶۵ روپے

